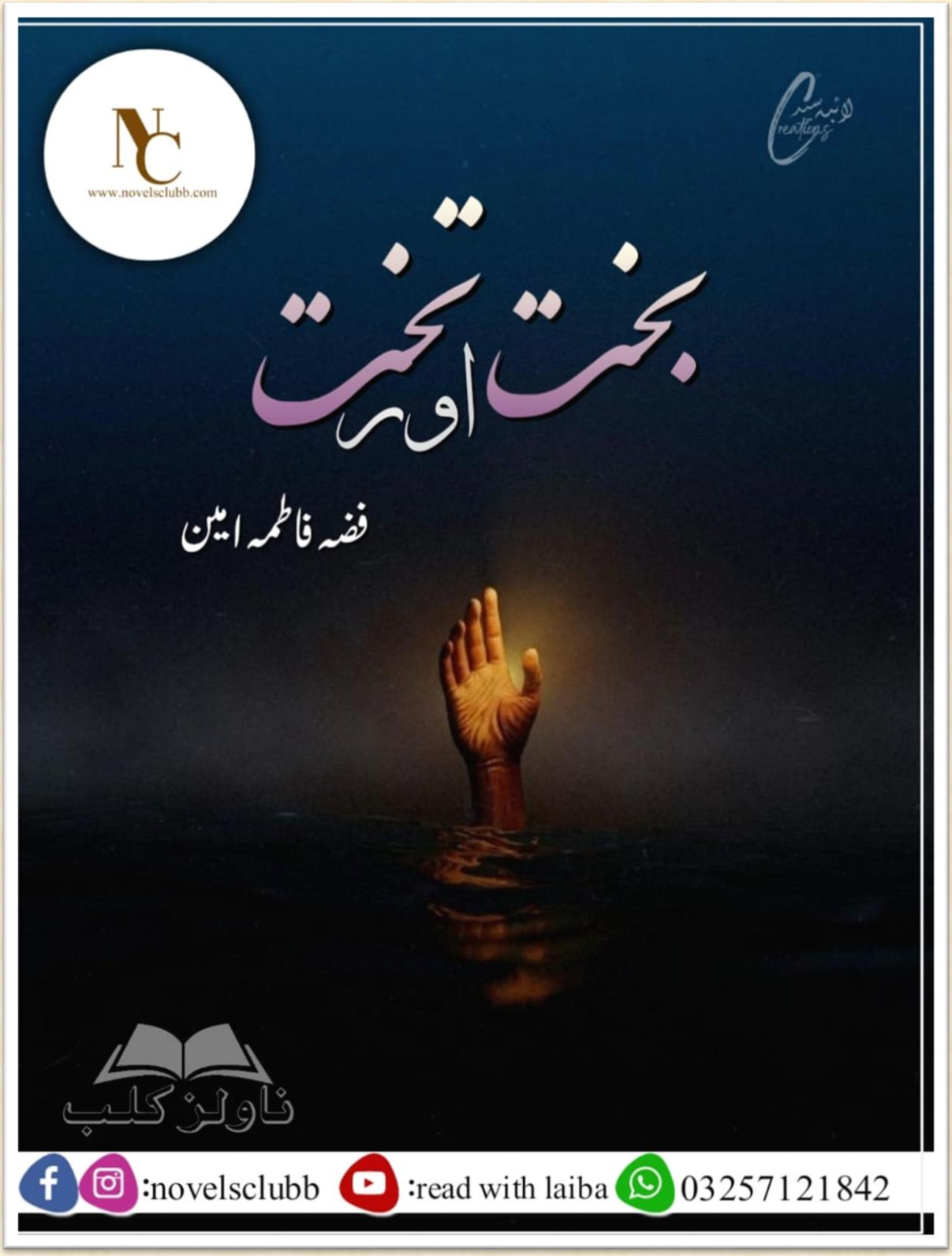
www.novelsclubb.com
بخت اور تخت
فضہ فاطمہ امین
ناولز کلب
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

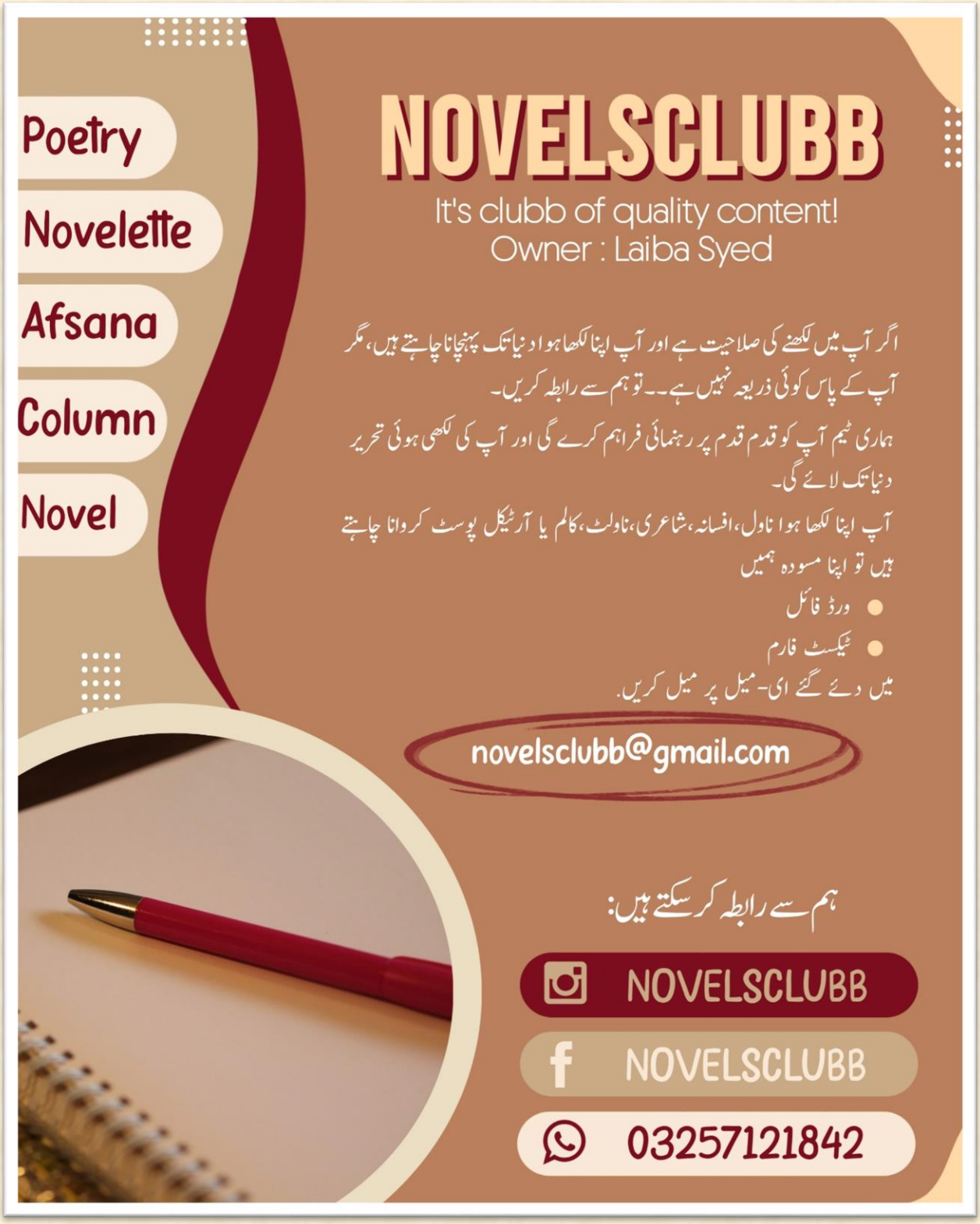
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

بخت اور تخت

از قلم

فضہ فاطمہ امین

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ماضی کی الجھنوں میں پھنسے، مستقبل کی فکروں میں پریشان، حال میں افسردہ رہنے والے

ہر شخص کے نام ۔۔۔!

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بخت اور تخت

(بھاری ہے وہ سر جو پہنتا)

از قلم فضہ فاطمہ امین

قسط نمبر:2

باب دوئم؛ہر آسمان سے اونچی، سمندروں سے گہری

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اگلے چند لمحے یوں ہی رسمِ گفتگو میں گزرے اور تب ہی ساتھ کی لائن کے خالی ٹیبل پر ایک لڑکا برآمد ہوا۔ وائٹ کاٹن شرٹ کے ساتھ، بلیک پینٹ اور نظر کا چشمہ لگائے وہ لڑکا، دبلا پتلا سا تھا۔

"آگیا! چمپینزی!۔" وہ نخوت سے سر جھٹک کر بڑبڑائی۔ بڑبڑاہٹ کی آواز اتنی ضرور تھی کہ حنانہ کے کانوں تک پہنچتی۔

"ہیلو! ہاؤآر یو؟نیو اسٹوڈنٹ!۔ مخاطب حنانہ تھی اور حنانہ صاحبہ بیزار۔

"یہ کون ہے؟۔آواز سرگوشی سے بھی کم تھی۔

"یہ! سامنے والا؟"اب کی بار دانت جما کر پوچھا گیا۔اس کو نظر انداز کیے،وہ دونوں یوں مخاطب تھیں،جیسے سامنے کوئی موجود ہی نہ ہو،اور سامنے والا مسکرا کر دونوں کو ہی نہار رہا تھا۔

"ارے! اس سے کیا پوچھ رہی ہیں؟۔ مجھ سے پوچھ لیں!۔میں ہی بتا دیتا ہوں۔"مقابل نے خود ہی اخذ کر لیا تھا کہ وہ دونوں اس کے بارے میں بات کر رہی ہیں۔تو خود ہی بات بڑھا لی۔

"ہائی! مائی سیلف،زوہیب دانش!۔میرے فادر آرمی میں کرنل ہیں اور آپ۔"کرنل پر خصوصی زور دیا گیا تھا۔

"آرمی چیف!۔اس کے ابو آرمی چیف ہیں۔"جواب ماہم کی طرف سے آیا تھا اور ٹھاہ کر کے آیا تھا۔سامنے بیٹھے،جوکر کے منہ سے،اس کے باپ کا رینک کرنل سنتے حیرانی سی ہوئی تھی

لیکن اپنے باپ کا رینک آرمی چیف سنتے ہل ہی گئی تھی۔(یہ ابا راتوں رات آرمی چیف کب بنے!)

"ہاہاہاہا! لگتی تو نہیں ہے۔" صدمے سے نکل کر تبصرہ کیا گیا۔

"کیوں؟ آرمی چیف کے بچوں کے منہ پر لکھا ہوتا ہے کیا!۔ تیورا کر سوال کیا گیا۔

"نہیں! لکھا تو نہیں ہوتا، لیکن یہ شکل سے لگ نہیں رہی، آرمی چیف کی بیٹی۔"

ماہم کا دماغ گھوم گیا۔ کوئی اس کے سامنے، اس کی دوست کو کچھ کہے اور وہ بھی کوئی اور نہیں بلکہ یہ زوہیب۔ ناممکن!(ویسے یہ اتنی گہری دوستی کب ہوئی!)

ہونہہ۔۔ دانت نکال کر ہونٹ کھینچ کر منہ چڑھایا گیا۔

"شکل سے تو پھر تم بھی کرنل کی اولاد نہیں لگتے۔ کرنل کی تو کیا؟ شکل تمہاری سپاہی کے بچوں والی بھی نہیں ہے۔ مگر ہم نے کچھ کہا؟"۔ صورتحال اب حنانہ کو مزہ دینے لگی۔

"اس شکل کے ساتھ (شہادت کی انگلی کو گول دائرے میں گھما کر اشارہ کیا گیا) ہم تمہیں کرنل کے بیٹے کے طور پر مان رہے ہیں، تم حنانہ کو آرمی چیف کی بیٹی کیوں نہیں مان سکتے؟ بتاؤ نا؟ ہاں!

"اوہ! تو، ان محترمہ کا نام "حنانہ" ہے!" وہ چہکا۔ بے عزتی کا کیا ہے وہ تو ماہم سے وقتاً فوقتاً ہوتی ہی رہتی ہے۔ نام ضروری ہے اور ٹھرک۔ فی الحال، نام جان کر ٹھرک جھاڑ لیتا ہوں۔ اس نے سوچا۔ ماہم نے آنکھیں چندھیا کر تاسف سے اسے دیکھا۔

"جی! تو حنانہ جی! آپ کا تعارف تو سن چکا ہوں اور آپ میرا تعارف بھی سن ہی چکی ہیں۔ (اور جس عزت سے سن چکی ہیں، اللہ معاف کرے)۔

"آپ بتائیں؟ کیا کرنے آئی ہیں۔ یہاں؟" حنانہ کو اب کوفت ہونے لگی۔

"تمہاری بہن کے رشتے کا اشتہار دیکھا تھا، نیوز میں! تمہاری بہن کا رشتہ لینے آئی ہے۔" ماہم سے رہا نہ گیا تو بول پڑی۔

"تمہیں کیا مسئلہ ہے؟ سوال، میں ان سے پوچھ رہا ہوں جواب تم دے رہی ہو۔ تمہیں کیا تکلیف ہے۔؟"

اور وہ جو یہ امید لیے بیٹھی تھی کہ بہن کی بات پر لڑکے کی غیرت جاگ اٹھے گی اور وہ لڑنے مرنے پر اتر آئے گا اور صورتحال مزید مزہ دے گی۔ اس کے رد عمل پر حیرانی چھپا نہ سکی۔ مطلب، اس کو مسئلہ ابھی بھی ماہم کے جواب دینے پر تھا۔ بہن والی بات تو جیسے ہوئی ہی نہیں تھی۔ حنانہ حیران تاثرات لیے بیٹھی رہی اور وہ دونوں باقاعدہ جھگڑے پر اتر آئے۔ لفظی گولا باری سے شروع ہونے والا مقابلہ اب شدت اختیار کر رہا تھا۔ بس ہاتھا پائی کی کسر رہ گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"دیکھو زوہیب میں تمہارے منہ نہیں لگ رہی۔ عزت تمہاری اسی میں ہے کہ تم یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ۔"! انداز کو فت بھرا تھا۔

"ہونہہ۔۔۔۔۔۔ تمہارا منہ اس قابل ہے بھی نہیں کہ اس سے لگا جائے۔" زوہیب نے تپانا اپنا فرض سمجھا۔

"میرے منھ کی چھوڑو۔اپنی ٹانگوں کی فکر کرو کیونکہ اگر تم مزید کچھ دیر یہاں بیٹھے، تو تمہاری ٹانگیں چلنے کے قابل نہیں رہیں گی۔یہ مجھے یقین ہے۔"

جواب میں زوہیب کوئی پھول جھڑی چھوڑتا،اس سے قبل ہی دانیال(زوہیب کے دوست)نے آواز دے کر اسے بلا لیا۔آپ سے بعد میں ملاقات ہوتی ہے!(جیسے حالیہ ملاقات تو بہت بڑی اچھی ہوئی ہے جو اگلی ملاقات کا متمنی ہے)۔حنانا نے مسکراہٹ روکتے ہوئے سوچا۔عزت کا پلہ جھاڑتے، رسماً مسکراہٹ چہرے پر سجائے، وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"امید ہے کہ آپ سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو گی۔"۔لیکن مقابل بھی زوہیب تھا۔اپنے نام کا ایک۔بغیر اثر لیے دانت نکوستا رہا۔

"اف!۔یہ اتنا اوور کانفیڈنٹ لڑکا کون تھا؟۔اور آپ اسے کب سے جانتی ہیں؟آپ دونوں کی گفتگو سے لگ رہا تھا کہ آپ کی دیرینہ آشنائی ہے۔زوہیب کو جاننے کا تجسس کچھ بڑھ سا گیا تھا۔

Clubb of Quality Content

"نمبر ایک! کہ میں تم سے اتنی بھی بڑی نہیں ہوں کہ تم مجھے آپ کہہ کر پکارو۔ لہذا عزت کے ساتھ تم پر آجاؤ۔ نمبر دو!۔ یہ نفسیاتی مریض، بی۔ایس میں، میرا کلاس فیلو تھا۔ بس، تب ہی سے اس منحوس مارے سے واسطہ پڑا ہے۔"

حنانہ کے لب "اوہ میں" سکڑے۔

۔مزید دس منٹ گزرے اور دونوں ایک دوسرے کو اپنا تفصیلی تعارف کروا چکیں تھیں۔

"اس کا مطلب ہم دونوں ایک ہی یونی میں پڑھیں گے۔ یاہوا۔" آواز خوشی سے بھرپور تھی۔

ہاں! لیکن ہماری ڈگری چینج ہوں گی۔ تم بی ایس کرو گی اور میں ایم۔ایس۔ ماہم کو اب یاد آیا تھا۔

"کوئی نہیں!۔ ہم ایک ساتھ رہیں گے۔ ایک ساتھ جائیں گے۔ پرائے ملک میں یہی کافی ہے۔"

گویا خود کو تسلی دی گئی تھی۔ "ہمم۔"

خوشی سے ہاتھ پہ ہاتھ مارا گیا اور تب ہی کلاس میں ٹیچر داخل ہوا۔ ٹیچر کو دیکھتے سب خاموش ہو گئے۔ ٹیچر سے ابتدائی تعارف ہوا اور پہلی کلاس کا آغاز، ایک نئے امتحان کے ساتھ ہو گیا۔

ڈیڑھ ماہ بعد؛

لاہور میں گزرے اس کے 45 دن نہایت خوشگوار تھے۔ ٹیسٹ کی تیاری کے دوران، ماہم سے اس کی دوستی بہت گہری، ہو گئی تھی۔ لوگوں کے لیے ماہم کا جو رویہ ہوتا، حنانہ کے لیے اس کی شخصیت بالکل اس سے برعکس ہوتی۔ ان گزرے دنوں میں اس نے جانا، کہ ماہم بہت ہی مذاحیہ اور زندہ دل لڑکی ہے۔ اس کی زبان ہر فلٹر سے پاک تھی۔ اور اس کے اینگر ایشوز اور موڈ سونگز کا کوئی حساب نہیں تھا۔ ٹیسٹ کے دن، ٹیسٹ سے فارغ ہو کر، وہ کافی دیر ایک دوسرے کے گلے لگی رہیں۔ نیک دعاؤں کا تبادلہ ہوا تھا۔ اور رابطے میں رہنے کی خصوصی تلقین کی گئی تھی۔ دو دن مزید خالہ کے گھر رکنے کے بعد آج وہ واپس، ساہیوال

جانے والی تھی۔خالہ کے گھر میں،آج مبین صاحب کے جاننے والوں کی دعوت تھی۔اور اسی سلسلے میں تیاریاں جاری تھیں۔ہلکے آسمانی جوڑے میں ملبوس وہ ادھر ادھر دوڑتی،خالہ کی مدد کروا رہی تھی۔

مہمان پہنچ چکے تھے اور انھیں گیسٹ روم میں بٹھا دیا گیا تھا۔اس نے خالہ کی کھانے میں مدد کروانے کا کہا،لیکن انہوں نے منع کر دیا۔

مہمانوں کے جانے کے بعد تسلی سے منھ ہاتھ دھو کر وہ تیار ہوئی اور ڈرائیور کے ہمراہ اب واپس ساہیوال جا رہی تھی۔خالہ نے اسے یونیورسٹی کے حوالے سے ڈھیروں شاپنگ بھی کروائی تھی،اور وہ تمام چیزیں اس کے ہمراہ،ساہیوال جا رہی تھی۔لاہور میں گزارا عرصہ، اس کی زندگی کا بہترین عرصہ تھا۔

لاہور نے اسے خوشی دی تھی۔لاہور نے اسے ماہم جیسی دوست دی تھی۔اور لاہور اس کے دل میں اپنا مقام بنا چکا تھا۔

لندن کی صبح عام طور پر بے حد خاموش اور نم ہوتی ہیں۔ دھند آہستہ آہستہ عمارتوں کے کاندھوں سے لپٹتی ہے۔ شہر کے پرانے حصے میں ایک مخصوص سرد مہک رچی ہوتی ہے۔ جیسے وقت نے یہاں سانس لینا چھوڑ دیا ہو۔ اس خاموشی کو توڑتی ہے ایک عمارت۔ جو بظاہر تو ایک معمولی سرکاری دفتر لگتی ہے،۔۔۔ مگر اس کے اندر کہانیاں دفن ہیں۔

یہ لندن کے کریمنل انویسٹیگیشن ڈیپارٹمنٹ، سی۔آئی۔ڈی میٹروپولیٹن پولیس سروس کا وہ شعبہ تھا، جو جرائم کی تہہ تک جانے کے لیے جانا جاتا ہے۔

یہاں کے اہل کار، وردی میں نہیں ہوتے مگر ان کی نظریں، گہرائی سے سچ چیر کر دیکھ سکتی ہیں۔ یہاں نہ کوئی پکار ہوتی ہے نہ سائرن کی آواز۔۔۔ بس ایک خاموشی، جو ہر کمرے میں گونجتی ہے۔ ہر ڈیسک کے پیچھے کوئی نہ کوئی دماغ، کسی نہ کسی کیس کی گتھیاں سلجھا رہا ہوتا ہے۔ سی۔آئی۔ڈی کی مرکزی عمارت کا پرانا مگر نفیس لکڑی سے بنا داخلی دروازہ، عمارت کی شان تھا۔ اس پر کوئی بورڈ نہیں، بس ایک پیتل کی تختی، جس پر انگریزی جلی حروف میں لکھا تھا

Criminal investigation department

Metropolitan Police”

یہاں آنے والے زیادہ تر افراد یا تو سوالوں کے جواب دینے آتے ہیں، یا پھر سوال بن کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن قابل عزت بات یہی ہے کہ آپ یہاں اپنی مرضی سے آئیں، کیونکہ آپ کی مرضی کے، بغیر آپ کی یہاں موجودگی، آپ کے لئے پریشانی کا باعث ہے۔

فائلوں کے انبار، خفیہ رپورٹس، پروفائلز اور شواہد۔۔۔سب کچھ یہاں ترتیب سے نہیں بلکہ مقصد کے تحت موجود ہوا کرتا تھا۔

منظر لندن کی اسی کرائم انویسٹیگیشن ڈیپارٹمنٹ کی سفید عمارت کے، ایک آفس نما کمرے کا تھا۔ سامنے بورڈ پر پچھلے چند ماہ میں ملنے والی خواتین کی لاشوں کی، مختلف زاویوں سے لی گئی تصاویر چسپاں تھیں۔ ہاتھ میں فائل تھامے، ڈی۔ایس کلارا، متوفین کے بارے میں اکٹھی کی گئی معلومات، ڈیسک کے ساتھ ٹیک لگائے، بورڈ پر چسپاں تصاویر کو دیکھتے، ازلان کی گوشِ گزار کر رہی تھی۔

ہر ملی معلومات کے ساتھ، کیس مزید گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ، ہر گلی بند، ہر راستہ ختم ہوتا نظر آ رہا تھا۔ چار ماہ گزر گئے تھے اور کوئی سرا ہاتھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ایسا صرف فلموں یا ڈراموں میں ہوتا ہے کہ مشکل سے مشکل کیس چند دنوں یا ہفتوں میں حل

ہو جاتا ہے اور مجرم اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ مگر حقیقی دنیا اس سے مختلف ہوتی ہے۔ انسانوں کو عام زندگی کے معاملات سلجھانے میں اتنے عرصے لگ جاتے ہیں۔ یہ تو پھر ایک سلسلہ وار قتل کا کیس تھا۔

"سر! بظاہر تو یہ عام قتل ہیں۔ لیکن پھر کیا وجہ ہو گی؟ جو ملنے والی تمام عورتوں کے دائیں ہاتھوں پر ہتھیلی جتنا لمبا گہرا زخم ہے۔ اگر مارنا ہی ہے، تو تمام لاشوں کے ہاتھ پر یہ زخم چھوڑنے کی وجہ؟ سر یہ کسی سیریل کلر کا کام لگتا ہے۔ یوں جیسے وہ کوئی سلسلہ بنانا چاہتا ہو، یا شاید اسے اپنے پکڑے جانے کا ڈر نہ ہو، تو وہ ہمیں کوئی سراغ دینا چاہتا ہوں"۔ کلارا اپنے خیالات بتا رہی تھی۔

یہ کسی خاص وجہ، کسی خاص مقصد کے لیے کیے جانے والے قتل ہیں۔ کیونکہ تمام لاشیں ایک جیسے، سفید کپڑوں میں ملی ہیں۔ وہ کیس کی ہر پہلو پر غور کر رہی تھی۔

ہمممممم! اور قابل غور بات یہ ہے کہ لاشیں، ایپنگ فاریسٹ کے آس پاس کے علاقوں سے ملی ہیں اور تمام عورتوں کا تعلق مختلف ممالک سے ہے۔ کوئی بھی مقامی برطانوی شہری نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اسے اسلام فوبیا یا مذہب سے متعلق قتل بھی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ تمام

مسلمان نہیں ہیں۔اور اہم بات یہ ہے کہ قتل کو کوراپ کرنے کی کوشش بھی نہیں کی گئی۔ازلان اپنے ماتحت کی معلومات سے اتفاق رکھتا تھا اور تائید میں سر ہلاتا جارہا تھا۔

"ہمم! یا تو مجرم بہت ہی بااثر ہے کہ اسے اپنے پکڑے جانے کا خوف نہیں ہے، اور یا پھر قتل کو کوراپ نہ کرنا ہی اصل ڈاج دینے کی ٹرک ہے۔لگتا ہے قاتل قتل کے اصولوں سے ضرورت سے زیادہ واقف ہے۔کیونکہ؛ It's not the crime it's the cover up۔۔۔وہ کہتے ہیں نا، مجرم کو جرم نہیں پکڑاتا، جرم کو چھپانے کا طریقہ پکڑواتا ہے۔

یہ سب کولڈ پلے کا حصہ بھی ہو سکتا ہے۔شاید یہ قتل، ان کا مشہور ہونا، اور ان سے پھیلنے والا خوف وہراس، مجرم کا انعام ہو۔ڈاکٹر نیل کارٹر کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق تمام لاشوں کی ہتھیلی کا زخم ایک جتنا لمبا، گہرا، اور ایک ہی ہتھیار سے لگایا گیا ہے۔اور ہتھیلی کا زخم، مہلک زخم سے ایک ڈیڑھ دن پرانا ہے۔"

"کوئی نہ کوئی ایسی گراہ ہے جو اب تک سلجھ نہیں رہی سر! اسسٹنٹ آفسر لاوی نے گفتگو مین حصہ پیش کیا۔ کوئی تو چیز ہے جو ہم مس کر رہے ہیں۔ کلارا! اور وہ چیز کوئی بہت ہی بیسک چیز ہے لیکن کیا؟ ہم ڈے ون سے دوبارہ سے شروع کرتے ہیں۔ کیا خیال ہے سر؟

تمام خواتین کی اے ٹوزی معلومات اکٹھی کریں گے۔ ڈیٹ آف برتھ سے لے کر، ای میلز، کال ریکارڈ، اور سب سے بڑھ کر تمام خواتین سے آخری بار ملنے والے، کال یا میسج سے رابطہ کرنے والے شخص کی تفصیلات بھی اکٹھی کریں گے۔ اس بار کچھ بھی نظر انداز نہیں کریں گے۔ لاوی پر عزم تھا۔

"جو بھی ہے بہر حال، قتلوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا ہے، یہ کسی خاص مقصد کے لیے جانے والے قتل ہیں۔ پچھلے 12 مہینوں میں اغوا اور گمشدگی کی رپورٹ درج کروانے والوں کی لسٹ تیار کرو۔ سلسلہ وار قتلوں کا یہ رکا ہوا سلسلہ، ابھی جاری ہے۔ اور اس بار نشانہ کون ہے؟ ہمیں یہ پتہ لگانا ہی ہے!" ازلان کا یہ اندازہ کہاں تک درست ہے۔ دیکھتے ہیں۔

لاہور سے آئے اس کو 10 دن ہو گئے تھے۔اور یہ دس دن معمول کے مطابق گزرے تھے۔ فجر کے وقت اس کی آنکھ کھلی تھی اور اب وہ نماز سے فارغ ہو کر، نیچے جا رہی تھی۔ سیڑھیاں اترتے، اس کی نظر لاونج کے صوفے پر بیٹھی، زارا بیگم پر پڑی۔

"السلام علیکم! امی! آواز نیند سے متاثرہ تھی۔ زہرا بیگم سے گلے ملتے، وہ لاڈ سے ان کی گود میں سر رکھے، صوفے پر ہی لیٹ گئی تھی۔

"آج میری بیٹی کیا ناشتہ کرے گی؟" اس کا چہرہ تھامے، وہ محبت سے پوچھ رہی تھیں۔ لاہور سے واپسی سے اس کی عزت میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔ لاہور سے آتے ہی اس نے مصطفی صاحب کو ایڈمیشن اور ٹیسٹ کے متعلق بتا دیا تھا۔

اور جب سے زارا بیگم اور مصطفیٰ صاحب کو پتہ چلا تھا کہ ان کی بیٹی کچھ ہی دنوں میں باہر کے ملک پڑھنے جانے والی ہے۔ تب ہی سے اس کی خدمت داری شروع ہو چکی تھی۔

"کچھ بھی! جو آپ کا دل کرے"۔ اب وہ اس سے ناشتے کے متعلق پوچھا کرتی تھیں اور وہ کوئی خواہش نہیں کرتی تھی۔ حالانکہ اس کو ہمیشہ ان سے شکوہ ہوتا تھا کہ وہ ناشتے کے لیے اسے لمبی چوڑے اپشنز کیوں نہیں دیتی؟

"رزلٹ آگیا کیا؟"۔

"10،12 دن بعد آتا ہے رزلٹ۔آج یا کل تک آجائے گا۔آپ کو کیا لگتا ہے پاس ہو جاؤں گی میں؟" وہ ابھی تک اپنے ایڈمیشن کے بارے میں خدشات کا شکار تھی۔

"بالکل! ضرور پاس ہو گی میری بیٹی! میرا دل کہتا ہے کہ میری بیٹی کا ٹیسٹ پاس ہو جائے گا۔" اس کو تسلی دیتے، وہ ناشتے کے لیے اٹھ گئیں تھیں۔ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے لیپ ٹاپ کھولا تھا اور ملنے والی اطلاع نے اس کو حیران کر دیا تھا۔خبر پڑھتے ہی اس کی چیخ پورے قریشی ہاؤس میں گونج اٹھی تھی۔

لیپ ٹاپ میز پر رکھے، وہ اب اچھل اچھل کر سب کو بتا رہی تھی۔

"میں پاس ہو گئی! یاہو! میں پاس ہو گئی!۔امی! ابا! کیا آپ لوگ سن رہے ہیں"۔

مصطفی صاحب بھی پھولے نہ سما رہے تھے۔بیٹی، باہر کے ملک پڑھنے جا رہی تھی۔ظاہری سی بات ہے خوشی تو بنتی تھی۔قریشی ہاؤس میں جشن کا سماں تھا۔

مبارکبادیں وصول کرنے کے بعد وہ دوبارہ سے لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گئی۔

رزلٹ کی کاپی، یونیورسٹی ای میل کر دی تھی اور شام تک یونیورسٹی کی طرف سے کنفرمیشن میل آگئی تھی۔ماہم کے نمبر پر کال کرتے،اس نے ماں ہم کے رزلٹ اور فلائٹ کے بابت پوچھنا چاہا، لیکن اس کا نمبر آف جا رہا تھا۔ کئی بار ٹرائی کرنے کے بعد بھی رابطہ ممکن نہ ہو سکا تھا۔اب کی بار اسے پریشانی لاحق ہوئی۔

دو ہفتوں بعد؛

12 ستمبر کی فلائٹ کنفرم ہوئی تھی اور اب وہ اپنی پیکنگ میں مصروف تھی۔ان دو ہفتوں میں ماہم سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا اور وہ اداس بھی تھی۔پہلے جو دل کو تھوڑی بہت تسلی تھی کہ چلو باہر کے ملک میں کوئی ہم وطن اور دوست ہو گا،اب وہ تسلی بھی ختم ہو گئی تھی۔دماغ کبھی کہتا کہ ہو سکتا ہے اس کا ٹیسٹ کلیئر نہ ہوا ہو،اور اس نے دکھ سے نمبر آف کر دیا ہو۔ لیکن دل کہتا کہ کیا پتا کوئی اور وجہ ہو؟اس نے نمبر چینج کر لیا ہو؟اس کا موبائل خراب ہو گیا ہو؟۔شاید اس سے اس کا نمبر ڈیلیٹ ہو گیا ہو؟۔طرح،طرح کی دلیلیں دماغ اس کے حق میں دیتا تھا۔

اب وہ شاید لندن میں ہو اسی لیے رابطہ نہیں ہو رہا۔ کیا پتا اس کی فلائٹ اس سے پہلے کی ہو اور وہ اس وقت لندن میں ہو!۔ دل یہ کہہ کر تھوڑی سی تسلی دے دیتا تھا۔ دل و دماغ کی اسی جنگ میں فلائٹ کا دن آگیا۔ اس کی فلائٹ، رات 11 بجے کی تھی اور سارا خاندان اسے چھوڑنے جا رہا تھا۔ خالہ لوگ انہیں ایئرپورٹ پر جوائن کرنے والے تھے۔ ایکسائٹمنٹ کے ساتھ ساتھ وہ نروس بھی بہت زیادہ تھی۔ پہلی فلائٹ تھی زندگی کی، اور پھر وہ جا بھی دوسرے ملک رہی تھی۔ پہلی بار اکیلے سفر کرتے ڈر لگنا فطری تھا۔ دیسی خاندان کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے، مصطفی صاحب ان سب کو سر شام ہی گاڑی میں بٹھا کر لاہور کی جانب رواں تھے۔ سارے راستے مصطفی صاحب اسے نصیحتیں ہی کرتے رہے تھے اور اب اس کی بس ہو گئی تھی۔

"جی جی ابو! مجھے حفظ ہو گیا ہے کہ میں نے کسی اجنبی سے بات نہیں کرنی، زیادہ فری نہیں ہونا، کوئی بھی پریشانی ہو ایئر ہوسٹس کو فوری بتانا ہے، جھجکنا بالکل بھی نہیں ہے، فون ایک سیکنڈ کے لیے بھی بند نہیں کرنا، اور وہاں جا کر سب سے پہلے سم لے کر آپ سے رابطہ کرنا ہے، اور آپ کو پل پل کی خبر دینی ہے۔

Clubb of Quality Content

آنکھیں گھماتے، انگلیوں پر گنتے، وہ کسی رٹو طوطے کی طرح، سبق کے نکات سنا رہی تھی۔ سارا سفر، نصیحتیں ہدایات اور تنبیہات کی نظر ہو گیا تھا اور اللہ اللہ کر کہ وہ لوگ علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئرپورٹ لاہور پہنچے۔ مصطفی صاحب کی کرم نوازی سے وہ لوگ بورڈنگ اور چیکنگ سے دو گھنٹے پہلے پہنچ چکے تھے اور اب بینچوں پر وقت گزار رہے تھے۔

مصطفی صاحب، مبین صاحب کے ساتھ، اور زارا بیگم اور عائشہ، خالہ کے ساتھ گفتگو میں مگن تھی۔ ان کی گفتگو میں حصہ لینا اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا اور اب وہ بدر کے ساتھ بینچ پر بیٹھی، نمونوں کی طرح آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

"ابو بھی نا! کوئی موقع نہیں جانے دیتے۔ دو گھنٹے پہلے لانے کی کیا ضرورت تھی۔ سب ہمیں نمونوں کی طرح دیکھ رہے ہیں۔ صاف پتہ چل رہا ہے کہ پہلی بار ایئرپورٹ پر آئے ہیں۔ اس کا صدمہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔ بس رونے کی کسر رہ گئی تھی۔

"شکر کرو جا رہی ہوں۔ لندن سے واپس نہیں آ رہی ہو۔ ورنہ جو پھولوں کے ہار اور پھولوں کی بارش کے ساتھ تمہارا استقبال ہونا تھا نا۔ صحیح مزہ تو تب آنا تھا۔ بدر نے منظر نامہ کھینچ کر اسے بدمزہ کرنا ضروری سمجھا۔

"چپ کر جاؤ پیٹو انسان! کبھی کوئی ڈھنگ کی بات بھی کر لیا کرو۔" جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو بدر کو ڈانٹ دیا۔ چند لمحے خاموشی کی نظر ہوئے اور پھر بدر کو کچھ یاد آگیا۔

"آتے ہوئے میرے لیے ویڈیو گیم اور ٹیپ لے کر آنا"۔ تنگ کرنے سے حنانہ منع کر چکی تھی، تو لہذا اس نے فرمائش کر دی۔

"لاٹری کے ٹکٹ پر نہیں جا رہی، سکالر شپ پہ جا رہی ہوں۔ اپنے خرچے پورے کروں گی وہاں پر یا تمہاری خواہشیں!۔ اس کی طرف سے سفید جھنڈی دکھائی گئی۔

فلائٹ boing،777 623ek کی اناؤنسمنٹ ہوئی۔ تمام لوگ کھڑے ہو کر باری باری حنانہ سے ملنے لگے۔ سب سے آخر میں اسے مصطفی صاحب ملے اور کافی دیر گلے لگائے کھڑے رہے۔ پھر دوبارہ گلے مل کر، سر اور ماتھا چوم کر اسے رخصت کیا۔ حنانہ چیکنگ کروانے کے لیے بیگ گھسیٹتی اندر چلی گئی اور وہ سب اسے دعاؤں سے رخصت کرتے خالہ کے گھر آگئے۔

چیک ان، چیکنگ اور بورڈنگ کے مراحل سے گزرنے کے بعد اب جا کر وہ جہاز میں بیٹھی تھی۔ پہلی بار جہاز میں بیٹھی تھی اور اب گردن ہلا ہلا کر، ارد گرد کا معائنہ کر رہی تھی۔

ماہم کی یاد شدت سے آئی تھی۔ کتنے پلان بنائے تھے اس نے اور ماہم نے۔ لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ سیٹ نمبر سرچ کرتے، ایئر ہوسٹس کی مدد سے، وہ اپنی سیٹ تک پہنچی تھی۔ ایئر ہوسٹس نے ہاتھ بڑھا کر خوش اسلوبی سے درمیانی سیٹ کی نشاندہی کی اور وہ مطلوبہ سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔

دائیں لین کے درمیان میں، اسے درمیان والی سیٹ ملی تھی۔ شیشے والی طرف ایک ڈیسنٹ اور خرانٹ سی آنٹی بیٹھی تھیں، جبکہ بائیں جانب والی سیٹ خالی تھی۔ بدھ کے دن کی فلائٹ تھی اور اکا دکا ہی مسافر تھے۔ آنٹی کی طرف رسماً مسکراہٹ اچھالتے وہ اپنی سیٹ پر ٹک گئی اور بال درست کرنے لگی۔

سیاہ پلیٹڈ سکرٹ اور کیرامل رنگ کی شرٹ کے ساتھ ادھے بالوں کی پونی بنائے ہلکے سے میک اپ کے ساتھ وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ ارد گرد کی چیزوں کا معائنہ کرنے میں وہ مصروف ہی تھی، کہ اس کی نظر، ان کی لین میں، بیگ سے الجھتے، داخل ہوتے انسان پر

پڑی۔وہ سانس روکے،آنے والی ہستی کو دیکھ رہی تھی،اور ہستی صاحبہ گردن گھما گھما کر غالبا سیٹ نمبر تلاش کر رہی تھی۔وائٹ پینٹس کے ساتھ،ریڈ بٹن ڈاؤن شرٹ پہنیں،سٹریٹ بالوں کے ساتھ،وہ کوئی اور نہیں بلکہ ماہم تھی۔

اپنے خیالات سے الجھتی،اپنی سیٹ پر بیٹھی،سانس روکے،وہ خود کو سامنے موجود ہستی کے ہونے کا یقین دلا رہی تھی۔اس کو دیکھنے کی خوشی میں وہ اس قدر مگن تھی کہ کہ اسے ہاتھ ہلا کر اشارہ بھی نہ کر سکی۔مقابل اس کے سر پر پہنچ چکی تھی اور وہ بھی بے یقین تھی۔

"ابے بھنگن!تم!"پر جوش آواز سب نے سنی۔بازو وا کرتے،خوشی سے چیخی۔اس سے قبل کے حنانہ اٹھتی،وہ خود ہی سیٹ پر بیٹھتے،اس کے گلے لگ چکی تھی۔

میں تمہیں بتا نہیں سکتی کہ میں نے تمہیں کتنا مس کیا۔دونوں اس اتفاق پر ابھی تک بے یقین تھی۔دونوں ایک ہی ٹریول ایجنٹ کے ذریعے،فلائی کر رہی تھی۔غالبًا اسی لیے،ایک ہی فلائٹ اور ایک ساتھ نشستیں ملی تھیں۔"تمہارا نمبر کیوں آف جا رہا تھا؟ساتھ والی آنٹی کی نظروں سے بے نیاز،حنانہ اس سے پوچھ رہی تھی۔"نہ پوچھ بہن!میرے بد تمیز کزن نے

فون ری سیٹ کر دیا تھا۔ایک چیز بھی نہیں چھوڑی کم بخت نے۔میں اتنا پریشان تھی۔مجھے لگا اپ شاید تم سے کبھی اتفاقاً یونیورسٹی میں ہی ملاقات ہو گی۔

"وہ دونوں ایک دوسرے کو،اور آنٹی،ان دونوں کو خائف نظروں سے دیکھ رہی تھی۔بات کرتے ماہم کی نظر،آنٹی پر گئی،تو خوش اخلاقی سے مسکرا دی۔آنٹی جی نے، مسکرانے کی بجائے، نخوت سے، سر جھٹک کر رخ موڑ لیا۔اور یہیں انہوں نے ماہم کی "بیڈ بکس" میں اپنا مقام بنالیا۔یہ آنٹی کی دم پہ کس نے پیر دیا؟ حنانہ کے کان میں جھکتے، سرگوشی کی گئی۔

"مجھے کیا پتا؟ میں تو جب سے بیٹھی ہوں۔آنٹی اسی موڈ میں بیٹھی ہیں۔میں نے بات کرنے کی کوشش نہیں کی۔" بات کرنے کے قابل ہیں بھی کہاں؟ ماں ہم نے سمجھنے والے انداز میں، سر ہلاتے کہا۔

جہاز ٹیک آف کے اناؤنسمنٹ ہوئی۔اور وہ دونوں، سیٹ بیلٹ کس کر دھیان سے بیٹھ گئیں۔ جہاز کو ٹیک آف ہوئے بمشکل دو منٹ، ہی ہوئے تھے کہ ماہم کی زبان میں کھجلی ہوئی۔آنٹی کی شیشے والی سیٹ،اور ان کا اطمینان،ماہم کو کسی صورت ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

"آنٹی جی کی عمر دیکھو اور قسمت چیک کرو۔شیشے والی سیٹ !آنٹی کو چاہیے تھا کہ یہ سیٹ ہمیں

دے دیتی ہے۔ہم دونوں خوشی ہو جاتیں، جو آنٹی جی کی عمر ہے نا! باہر اڑتے ہوئے بادل نہیں، اڑتا ہوا "عزرائیل" ہی دکھے گا۔آواز سرگوشی سے بھی کم تھی۔چپ کرو بد تمیز! سن لیں گی۔، مسکراہٹ روکتے ماہم کو گھرکا۔ جس کا اس نے کوئی خاص اثر نہیں لیا تھا۔وہ جانتی تھی کہ اب اگلا سارا سفر، ایسے ہنستے ہی گزرے گا، ماہم کے ساتھ ہوتے بندہ ہنسے نا ایسا کیسے ممکن تھا!

مطلع ابر آلود، اور موسم کافی حد تک خوشگوار تھا۔باقی دنوں کی نسبت، آج درجہ حرارت میں کمی تھی۔ معمول کی سستی ہر چیز پر غالب تھی، ایسے میں ایک شخص میانہ روی سے قدم اٹھاتے، چل رہا تھا۔آٹھ بجنے میں 10 منٹ رہتے تھے، اور ہلکے آسمانی رنگ کی شرٹ اور سفید پینٹ میں، سلیقے سے سلجھائے بالوں کے ساتھ، ہادی ضیا، نوفل انٹرپرائزز، کی مرکزی عمارت کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔

آج اس کی جوائننگ تھی۔اور وقت سے دس منٹ پہلے ہی وہ پہنچ چکا تھا۔آفس اور کام کی نوعیت کا،اسے پہلے سے ہی معلوم تھا۔لہذا سب سے راستے میں سلام کرتے،وہ آفس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

انٹرویو کے دن،نوفل صاحب،سب کے ساتھ اس کا تفصیلی تعارف کروا چکے تھے۔اور اسی وقت سے مینیجر انگاروں پہ لوٹ رہا تھا۔وہ آفس میں بیٹھا کام پر مصروف تھا،جب دروازہ کھولتے اندر آیا۔ہادی نے اس کو ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور کام میں مشغول رہا۔انٹرویو کے دن دھمکانے کے باوجود،وہ شخص آج جاب پر آگیا تھا،اور یہی بات اس کا خون کھولا رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیوں آئے ہو یہاں؟اس کا چہرہ اندر اٹھتے اشتعال کا پتہ دے رہا تھا۔

ایک ہاتھ سے ماؤس سنبھالے،دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں قلم گھماتے،سکرین پر نظر مرکوز رکھے،چیئر پر آرام دے انداز میں بیٹھا ہادی،اس کو مکمل نظر انداز کیے،اپنے کام میں مصروف رہا۔

"سنا نہیں تم نے، میں نے کیا پوچھا ہے؟ تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔" چٹختے اعصابوں کے ساتھ، اونچی آواز میں دھاڑتے، وہ خود کو، کوئی انتہائی قدم اٹھانے سے، بمشکل روکے ہوئے تھا۔

ہادی نے کوفت سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ "اگر دو جماعتیں پڑھ کے، بغیر دھوکے کے، اپنی اصل سی وی پیش کر کے، اس پوسٹ تک پہنچے ہوتے، تو کم از کم یہ سوال نہ کرنا پڑتا۔ آنکھوں کی جگہ فٹ، ان بٹنوں کو استعمال کر کے دیکھو، تو تمہیں دکھ جائے گا کہ یہ سکیورٹی روم ہے، اور میں یہاں سیکیورٹی مینیجر کے طور پر موجود ہوں۔ بس یا کچھ اور؟"

"وہ اسے انگاروں پر ہی تو لوٹا گیا تھا۔

"بکواس بند کرواپنی۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ سسٹم ہیک کر کے، خود کو خود ہی انوائٹ کر کے، تم یہاں جاب حاصل کر لو گے؟ خوش فہمی ہے تمہاری۔ بڑا مہنگا پڑے گا تمہیں!۔۔، تمہارا یہ اوور کانفیڈنس۔ پچھتاؤ گے تم!

وہ زہر خند لہجے میں پھنکارا۔ مقابل کی صحت پہ کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ وہ استہزائیہ مسکرایا۔

ایکسکیوز می! واٹ یو مین بائی کہ ''لگتا'' ہے۔ حضور اگر آپ اپنی انکھیں کھول کر دیکھیں، تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں آفیشلی طور پر ہائر ہو چکا ہوں۔ اور آج میری جاب کا پہلا دن ہے۔ لگتا ہے صبح آپ نے اپنا منہ نہیں دھویا۔ تبھی مجھے ایسی بے بنیاد دھمکیاں دے رہے ہیں اور رہی بات مہنگا پڑنے کی تو،۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سستی چیزیں (ایک سرتاپہ نظر سے نوازا)۔۔۔۔ مجھے پسند بھی نہیں ہیں! اور جسے تم اوور کانفیڈنس کہہ رہے ہو، دراصل وہ خود شناسی ہے۔

''دو دن نہیں تمہیں ٹکنے دوں گا میں! جیسے آخری بار اسے وارننگ دی ہو۔

''مجھے ٹکانے سے پہلے، خود تو یہاں ٹک لو۔ مجھے چھوڑو، اپنی خیر مناؤ۔ نوفل سر کو جب تمہاری ان غیر قانونی، منی ٹرانزیکشنز کا پتہ چلے گا، جو تم نے اتنا بڑا گھپلا مار کے کی ہیں، تو تمہارا کیا حال ہو گا۔ ڈیئر! انہوں نے تمہیں اپنا مینجر رکھا۔ تم خود کو باس ہی سمجھ بیٹھے۔ تمہاری جگہ نوفل سر کتا پال لیتے، وہ کم از کم وفا تو دے دیتا۔ سرتاپہ، اسے جانچتی نگاہوں سے دیکھتے، وہ کافی گہرا وار کر گیا تھا۔

آصف کی بس ہوئی تھی۔اشتعال کے مارے، میز پر جھکتے، ہاتھ آگے بڑھاتے، ہادی کو شرٹ کے کارلر سے پکڑے کھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن باقاعدگی سے کی گئی ورزش سے بنائے گے جسم کو محض ایک ہاتھ سے اٹھانا، کم از کم آصف کے لیے ناممکن تھا۔اس سے پہلے کہ وہ اس پر ہاتھ اٹھاتا، دروازے پہ دستک ہوئی اور دہلیز میں نوفل صاحب کا چپراسی نمودار ہوا۔

کارلر سے ہاتھ ہٹاتے، گردن موڑتے، اس نے آنے والے کو دیکھا۔

"سر! وہ آپ دونوں کو نوفل صاحب بلا رہے ہیں!" اطلاع پہنچاتے وہ واپس جا چکا تھا۔ کپڑے جھاڑتے، بغیر کسی بات کا اثر لیے، پرسکون تاثرات کے ساتھ ہادی اٹھا۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے، آصف کے روبرو ہوا اور چند لمحے، اس کی خون اتری آنکھوں میں سکون سے دیکھتا رہا۔ پھر جیب سے دایاں ہاتھ باہر نکالا اور جمے ہاتھ کا ایک زوردار مکہ، اس کے گال پہ جڑ دیا۔

آصف حملے کے لیے تیار نہیں تھا، نتیجتاً ایک جانب جھک گیا۔ہادی جھکا اور گریبان سے پکڑتے، ایک جانب جھکے ہوئے مرد کو اس نے روبرو کیا۔ لفظوں سے زیادہ، نظروں میں آگ تھی۔

"دوبارہ اگر یہ ہاتھ، میرے گریبان تک گیا(دائیں بازو کو ہاتھ میں لے کر مڑوڑا)تو اگلی بار کسی کام کے لائق نہیں رہے گا۔ پھر اپنی بقیہ زندگی، اپنی عزت کی طرح اس بازو کو بھی گھسیٹتے پھرنا۔"

ہاتھ آزاد ہوتے ہی آصف، اس پہ جھپٹا، لیکن ہادی نے بروقت خود کو بچایا اور پیچھے ہٹتے، پوری جان سے اسے، کرسیوں پہ دھکیل دیا۔

آصف کو مزید منہ لگائے بغیر، کپڑے جھارے اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔

اور پیچھے، کرسیوں پہ گرا آصف اس کے غائب ہونے تک، قہر بھری نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ یہ لڑکا، اس کے لیے خطرہ تھا۔ اور وہ کسی مقصد کے تحت، اس کے پیچھے یہاں آیا تھا۔ اس کا اندازہ اس سے پہلے دن ہی ہو گیا تھا لیکن آج تو جیسے یقین ہو چکا تھا۔ اس کا بندوبست اسے جلد ہی کرنا تھا۔ مگر کیا؟ یہ اسے جلد طے کرنا تھا۔

جہاز کو پرواز کرتے تقریبا 40 منٹ ہو گئے تھے اور ان 40 منٹوں میں، ماہم حنانہ کو ہر ممکن imagination کروا چکی تھی کبھی کہتی, سوچو اگر جہاز hi-jack ہو جائے, تو

کتنا مزہ آئے. بالکل موویوں والا سین ہو جائے گا پھر ہماری نیوز بھی آئے گی. کبھی کہتی سوچو اچانک کوئی خوبصورت سا لڑکا آکر ہمارے ساتھ بیٹھ جائے اور ہمیں کمپنی دے۔ان 40 منٹوں میں وہ ہر ممکنہ سنیریو تخلیق کر چکی تھی پر ایک منٹ بھی خاموش نہیں رہی تھی. بس جہاز کو کریش کروانے والی امیجینیشن نہیں کی تھی, غالباً موت کا ڈر کچھ زیادہ ہی تھا تبھی۔

. وگرنہ باقی ہر ممکنہ چیز, وہ امیجن کر چکی تھی. جب کوئی اور بات نہ ملتی تو ساتھ والی آنٹی پر تبصرہ شروع کر دیتی ہوں. غرض کہ ان 40 منٹوں میں اس نے حنانہ کو سکون, کا سانس نہیں لینے دیا تھا۔

ایئر ہوسٹس بیچاری کمبل اور دیگر چیزیں دینے راؤنڈ پر آئی, تو وہ اس کا نشانہ بن گئی۔

ائیر ہوسٹس سے کہو کہ باجی اپنا دوپٹہ اٹھالے, جہاز کے پہیوں میں آکر, جہاز کا ایکسیڈنٹ ہوتا ہے. کہیں۔اماراتی کی اتنی خوبصورت ایئر ہوسٹس کو بھی اس نے نہیں بخشا تھا۔ان کی نشست تک پہنچتے, انہیں کمبل دینے کے بعد, ایئر ہوسٹس انہیں کچھ بتانے لگی۔

Mam! We have 36 passengers on board . If you want to change your seats,you can change them. We'll happy to give you relief.....

پیشہ ورانہ مسکراہٹ سے نوازتے وہ آگے جا چکی تھی۔ایئر ہوسٹس کے الفاظ تھے یا آب حیات ۔ماہم کے کانوں میں تو رس گھول دیا تھا۔اس کی تو مانوں دلی خواہش پوری ہو گئی تھی۔جہاز میں،اکا دکا مسافر ہی تھے،جو مختلف سیٹوں پر بیٹھے تھے۔فلائٹ تقریبا خالی تھی اور وہ دونوں اب باآسانی شیشے والی طرف بیٹھ سکتی تھیں۔یہ سننے کی دیر تھی کہ ماہم نے حنانہ کا ہاتھ پکڑا اور اگلی سیٹوں کی جانب چل دی۔

تین یکجا نشستوں پر وہ بیٹھ گئی اور اس سے پچھلی نشستوں پر حنانہ براجمان ہو گئی۔باقی کا سفر کھڑکی سے پار دیکھتے،سوتے ہوئے گزرا۔

دبئی میں تقریبا چار گھنٹے کے لے اوور اور سارے نو گھنٹوں کی فلائٹ کے بعد،بالاخر 13 گھنٹوں کے بعد،ان کا جہاز لندن سٹینسٹڈ ہوائی اڈے پر اترا۔جس وقت وہ ایئر پورٹ سے نکل رہی تھیں،اس وقت لندن کے وقت کے مطابق دن کے 10 بج رہے تھے۔دونوں ہی

جیٹ لیگ کا شکار تھی۔ماہم نے تو پھر بھی فلائٹ میں نیند پوری کر لی تھی لیکن حنانہ کا سفر سوئی جاگی کیفیت میں ہی گزرا تھا اور اب اس کا سر نیند سے بھاری، اور درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

اپنے بیگ گھسیٹتے وہ دونوں ایئرپورٹ سے باہر نکل رہی تھیں اور آدھا سفر سو کر گزارنے کے باوجود بھی ماہم کی دہائیاں عروج پر تھی۔

"ہائے اللہ!۔مر گئی۔یا اللہ! پوچھیں ان یونیورسٹی والوں کو۔ٹکٹ کے پیسے دے ہی دیے تھے تو ذرا بزنس کلاس کی ٹکٹ ہی بک کروا دیتے۔کمر ٹوٹ گئی میری۔اب تو بس کوئی اچھا سا ایک کپ چائے پلا دے اور ایک نرم بستر دے، دے مجھے۔اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

موسم کافی حد تک خوشگوار اور سورج کی روشنی مدھم تھی۔ایجنٹ کی طرف سے بک کروائی گئی کیپ میں بیٹھتے وہ دونوں اب اپنے ہاسٹل ڈوم کی طرف رواں تھیں۔خوش قسمتی سے ڈرائیور پاکستانی تھا اور گاڑی میں بیٹھتے ہی جیسے ہی سلام دعا کے بعد حال احوال دریافت کیا گیا۔ماہم کا موڈ خراب ہو گیا۔

"چلو جی۔13 گھنٹے کا سفر گیا کنویں میں۔حد ہو گئی ہے مطلب۔کیا فائدہ؟ اتنا لمبا سفر تہ کرنے کا اگر اتنا سفر کرنے کے بعد بھی پاکستانی ڈرائیور ہی ملنا تھا۔

فائدہ! اگر یہاں آکر بھی لندن کے بجائے پاکستان والی فیلنگ ہی آنی ہے تو"۔

چڑچڑاپن حد سے سوا تھا۔انکل پکے پاکستانی ہونے کا ثبوت دیتے بغیر ان کے کہے۔ان کو فری لندن گائیڈ ٹور دیتے،ماہم کا ضبط آزمارہے تھے۔

"اگر پاکستانی ڈرائیور ہی دینا تھا۔تو چلو کوئی جوان ہینڈسم سا لڑکا ہی دے دیتے۔کم از کم سفر تو اچھا گزرتا۔"

سر میں ہوتے درد کو برداشت کرتے۔حنانہ محض ہوں ہاں میں اس کے دکھوں کا جواب دے رہی تھی۔گاڑی اب ایپنگ فارسٹ کے سامنے سے گزر رہی تھی۔اور ماہم آنکل کی دی گئی معلومات پر کان دھرے بغیر۔جنگل دیکھنے میں منہمک تھی۔

"یااللہ! قسم سے،پورے گھیر والی فراک پہن کر،کھلے بالوں کے ساتھ،کسی ایسے ہی گھنے جنگل میں ہیروئن کی طرح گم ہونے کی تو میری بچپن سے خواہش تھی۔"

بغیر ان کے تاثرات کا نوٹس لیے وہ اپنی دنیا میں مگن تھی۔حنانہ تو حنانہ اب کی بار تو آنکل نے بھی گردن موڑ کر سر پھری لڑکی کو دیکھا۔

"یہ ایپنگ فاریسٹ ہے۔لندن کا 25 سو سالہ قدیم اور چھ ہزار ایکڑ پر مشتمل، گھنا ترین جنگل۔اس جنگل کے بچھڑے آج تک نہیں ملے۔اس جنگل کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ ایپنگ کا کھویا کبھی نہیں ملتا۔

آنکل نے جیسے اسے ڈرایا۔

"اس جنگل کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ یہاں کوئی جگہ ہے۔دی لوسٹ پاؤنڈ۔گم شدہ تالاب۔جو اس تالاب کو دریافت کر لے وہ آج تک زندہ نہیں بچا۔"

ماہم ابھی بھی متاثر نہیں ہوئی تھی۔اگر کوئی نہیں بچتا تو یہ کہانیاں کون بناتا ہے؟انکل کی بات کو اس نے پھر بھی سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔حنانہ نے کئی بار اس کو خاموش کروانے کی کوشش کی، لیکن وہ تھی کہ چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"یار! یہ آنکل کی شکل دیکھ کے مجھے ڈپریشن ہو رہا ہے۔ارد گرد کے مناظر دیکھ کے تھک گئی تو آنکل کی شامت لے آئی۔حالانکہ سنی اس نے آنکل کی ایک بھی نہیں تھی۔ہاسٹل پہنچتے ،سامان رکھتے، کمرہ وغیرہ دیکھتے دو بج گئے تھے اور دونوں اس قدر تھکی ہوئی تھیں کہ کھانا کھائے بغیر، ہی سو گئیں۔

مغرب کے وقت دونوں کی آنکھ کھلی اور منہ ہاتھ دھو کر وہ دونوں کھانے کا انتظام کرنے نکل گئیں۔ سونے سے قبل وہ دونوں ایئرپورٹ سے لی گئی سیموں سے گھر والوں سے رابطہ کرنا نہیں بھول تھیں۔

اور کون جانتا تھا، کہ اس لڑکی کی خواہش، جنگل کی فضا میں قید ہوتے، اس کی دعا کی قبولیت کا سبب بن چکی تھی۔۔۔۔

مردہ خانہ ہمیشہ کی طرح سرد اور خوفناک تھا۔ ہڈیوں کو جما دینے والی خنکی روح کو بھی جھنجھوڑ رہی تھی۔ مختلف خانوں میں لاشیں نمبرز کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں اور کمرے میں روشنی کا ذریعہ وہ واحد نیلا بلب تھا جو چھت کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ ایسے میں ایک فی میل ڈاکٹر مکمل سرجیکل ڈریس پہنے۔ حالیہ قتل ہوئی لڑکی کی لاش کی، جلد کے سیمپلز اکٹھے کر رہی تھی۔ مائکروسکوپ کے نیچے سیمپل رکھتے وہ باریک بینی سے معائنہ کرنے میں منہمک تھی۔ سکن میں ملنے والے کیمیکلز نارمل تھے۔ لیکن جس چیز نے اس کی توجہ کھینچی تھی وہ گہرے

نیلے رنگ کے نینو پارٹیکلز تھے۔ جن کے بارے میں وہ دعوے سے کہہ سکتی تھی کہ اس کے 16۔ سالہ کریئر میں اس نے نہیں دیکھے تھے

یہ بات اس کے لیے حیرانی سے زیادہ ایک چیلنج تھی۔ اور چیلنجز ڈاکٹر نیل کارٹر کو فیسینیٹ کرتے تھے۔ سیمپل کی رپورٹ تیار کرتے۔ وہ اپنے امریکن ٹیچر کو فارورڈ کر چکی تھی۔ اور اب اس کا رخ پرانی لاشوں کے مردہ خانے کی طرف تھا۔ چار ماہ میں ملنے والی سابقہ چار لاشوں کے سیمپل وہ اکٹھے کر چکی تھی اور حیرت انگیز طور پر ان زخموں پر بھی یہی سیاہ دھبے تھے۔ اس کی حیرانی اب پریشانی میں بدلی۔ فرانسیک کی فیلڈ میں یہ بہت بڑی غلطی تھی لاش کے ابتدائی معائنے میں ڈاکٹر نے جلد پر یہ پارٹیکلز نہیں محسوس کیے۔ وہ دعوے سے کہہ سکتی تھی کہ پہلی ریسرچ میں، سابقہ لاشوں کی جلد پہ یہ پارٹیکلز نہیں تھے لیکن آنکھوں دیکھا، کانوں سنے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اور جو دکھ رہا تھا وہ سچ یہ تھا کہ یہ سیاہ پارٹیکلز موجود تھے۔

بے یقینی کی انتہا پر انہوں نے تیار کردہ رپورٹس سامنے رکھی اور اور دونوں کا موازنہ کرنے لگیں۔ دونوں رپورٹس 100 فیصد ایک جیسی تھیں لیکن اب والی رپورٹ میں سیاہ دھبوں کا

اضافہ تھا اور یہ بات باعثِ پریشانی تھی۔شک کو رفع کرنے کے لیے انہوں نے پہلے سے لیے گئے سکن کے سیمپلز کو دوبارہ چیک کرنے کا ارادہ کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں کافی محنت کے ساتھ انہیں پہلے سیمپلز مل گئے اور اب وہ مائیکروسکوپ کے نیچے ان سیمپلز کو رکھتے معائنہ کر رہی تھی۔

مائکروسکوپ کے نیچے سیمپل کو رکھتے انہوں نے جانچا تو اب کی بار،ان سیمپلز میں بھی سیاہ دھبے تھے۔انہیں لگا وہ پاگل ہو جائیں گے۔بے یقینی کی انتہا پر انہوں نے ازلان کو کال کر کے صورتحال سے آگاہ کیا۔گہری ہوتی رات کے باعث اس کو لیب آنے سے خود ہی روکا۔اور اسے علی الصبح ملنے کا کہا۔

"نہیں ابھی تم رہنے دو۔ابھی رات کافی ہو رہی ہے۔تم صبح مجھ سے مل لینا۔ویسے بھی رات میں،میں مزید ریسرچ کر لوں گی۔ابھی آفس آنے پر اصرار کرتے ازلان کو روکنے کے لیے انہیں کہنا ہی پڑا۔

ازلان کی پوری رات،انپارٹیکلز کو سوچتے اور ڈاکٹر نیل کی رات،ریسرچ کرتے گزر گئی۔ صبح آٹھ بجے ازلان اور اس کی ٹیم ڈاکٹر نیل کے آفس میں موجود تھی۔سب دم سادھے

Clubb of Quality Content

کھڑے تھے اور ڈاکٹر نیل بس سر جھکائے بیٹھی تھیں۔ ساری رات جن پارٹیکلز پر ریسرچ کرتے گزاری تھی۔ صبح کے وقت ازلان کو دکھاتے لمحے وہ پارٹیکلز غائب تھے۔ شرمندگی سے زیادہ وہ حیران تھیں۔

"میرا یقین کرو، ازلان! وہ سیاہ پارٹیکلز تھے۔ اور آج سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔" وہ خود بے یقینی کی انتہا پر تھی۔

"آج سے پہلے تو چھوڑو۔ ہم نے تو آج بھی نہیں دیکھے۔" اروند کی رگِ ظرافت پھڑکی۔

"ڈاکٹر نیل کو چھٹی کی ضرورت ہے۔ ساتھ میں مائکروسکوپ کو دھونے کی۔ آج سے پہلے، ایسا کارنامہ میں نے نہیں سنا۔ ہو سکتا ہے پارٹیکلز رات کے وقت نائٹ ڈیوٹی پہ ہوں اور ان کی کھلی آنکھوں کو دیکھ کر ڈاکٹر صاحبہ کو پارٹیکلز کو گمان ہوا ہو۔ اس وقت تھکن کے باعث سو گئے ہوں۔ تو بند آنکھوں کی وجہ سے ڈاکٹر صاحبہ کو لگ رہا ہے کہ پارٹیکلز نہیں ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحبہ کو چھٹی دوں۔ آج پارٹیکلز جاگے ہیں، کل لاشیں جاگ گئیں تو ہم کیا کریں گے؟۔" سیاہ رنگت کا حامل، اروند کا ساتھی آفیسر زبان کو روک نہیں پایا تھا لیکن آواز سرگوشی سے بھی کم تھی۔

ازلان کو ڈاکٹر نیل پر پورا بھروسہ تھا اور اگر ڈاکٹر نیل کہہ رہی تھیں تو یقیناً کوئی خاص بات ضرور ہوئی ہو گی۔ان کو مزید ریسرچ کا کہتے وہ ٹیم سمیت آفس سے نکل گیا۔

ڈارک بلو تھیم کے ساتھ، لکڑی سے آراستہ آفس میں، نوفل صاحب تھری پیس میں ملبوس سربراہی کرسی پر براجمان تھے۔دائیں جانب مینیجر آصف، بلیک تھری پیس میں، سوجھے ہوئے گال کے ساتھ، ہاتھ باندھے کھڑا تھا اور میز کی دوسری جانب موجود کرسی پر، ہاتھ باندھے بیٹھے ہادی کو، نوفل صاحب کے سوالات کا جواب دیتے دیکھتا، ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

یہ لڑکا اس کے حواسوں پہ آرہا تھا۔آفس کے حالات اور سیکیورٹی کے نظام میں درپیش مسائل کو ڈسکس کرتے ہوئے وہ گاہے بگاہے، آصف پہ بھی نظر ڈالتا اور ایک کمینی مسکراہٹ سے نوازنا، نہ بھولتا۔ملاقات برخاست ہوتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اس سے قبل کہ وہ کمرے سے نکلتا، نوفل صاحب نے اسے پکار لیا۔

"علی سے کہیے گا کہ ایلڈن کو فیڈ ڈال دے۔"

سوری سر! کون ایلڈن؟" جانتے بوجھتے انجان بنا۔

مائی پیٹ ڈوگ۔(میرا پالتو کتا)اس کی بات کر رہا ہوں۔ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ، وہ شائستگی سے بولے۔

کتنی ٹانگوں والے کتے کو کھانا ڈالنا ہے سر! آپ کے ایک کتے کو، تو صبح میں بھی کھانا ڈال چکا ہوں۔" مخاطب نوفل صاحب تھے، پر ہونٹوں پر سجی کمینی مسکراہٹ کے ساتھ، فل وقت وہ چمکتی آنکھوں سے آصف کو دیکھ رہا تھا۔ سائن کرتے ہاتھوں کو روکتے، انہوں نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں سر!۔ معذرت سے سر ہلاتے وہ عجلت میں آفس سے نکل گیا اور آصف کا فشارِ خون غصے سے بلند ہو گیا۔

نرم دل باس نے نفی میں سر ہلایا اور دوبارہ سے کام میں مشغول ہو گئے۔

لندن کی فضا ہمیشہ کی طرح خوشگوار اور سحر انگیز تھی۔ نیلے اور سرمئی بادلوں سے ڈھکا آسمان۔ پر سکون فضا اور تارکول کی بنی سڑک پر ہر طرف رواں دواں سرخ بسیں، منظر کو

مزید اجاگر کرتی تھیں۔تارکول سے بنی سڑک،اس وقت بارش کے باعث نم تھی اور لندن کے آزاد خیال لوگ،ہاتھوں میں چھتریاں تھامے،اپنی دنیا میں مگن،آجارہے تھے۔

لندن آئے یہ ان کا تیسرا دن تھا۔اور پہلے دو دن سیٹنگ،صفائی اور ایڈجسٹمنٹ میں گزر گئے تھے۔ماہم نے ٹریٹمنٹ کروائے بالوں کو اونچی پونی میں باندھ رکھا تھا۔کانوں میں نفیس ایئرنگز،انگلیوں میں دو نفیس انگوٹھیوں کے ساتھ،خاکی کوآرڈسیٹ پہنے پیاری لگ رہی تھی،۔آج ان کا یونیورسٹی میں سیمینار تھا،۔دونوں ہی حد سے زیادہ پرجوش تھیں۔

حنانہ نے،اولیو گرین(olive green)شرٹ کے ساتھ،کریم سیٹن سکرٹ(cream satin skirt)پہن رکھی تھی اور جیولری کو مختصر رکھا تھا،۔ہلکے سے میک اپ اور کریم کلر کے سٹالر کو گلے میں ڈالے وہ بہت جچ رہی تھی۔سیمینار 10 بجے شروع ہوا تھا۔اور دونوں وقت سے ہی پہنچ چکی تھی۔سیمینار ختم ہونے کے بعد دونوں نے یونی کیفے کا رخ کیا۔

لکڑی کے بھورے بنچوں اور کرسیوں کے ساتھ،براؤن تھیم کے ساتھ اوپن ایئر کیفے بہت پیارا تھا۔ارد گرد لوگ یقیناً اسٹوڈنٹ تھے۔کافی اور فرائیز کا آرڈر دیتے،وہ دونوں اس وقت

بینچ پر بیٹھی، آرڈر کا انتظار کرتے، باتوں میں مشغول تھی۔ ماہم آتے جاتے لوگوں کو تاڑ رہی تھی اور اپنے مفید تبصروں سے حنانہ کو مستفید کر رہی تھی۔

"آہ! کس قدر حسن ہے لندن میں۔ یقین مانو میرا تو دل دیکھ دیکھ کر ہی خوش ہو گیا۔ مزہ آگیا ویسے!"

یہاں کوئی لڑکا گزرا نہیں اور یہاں ماہم کی زبان کھلی نہیں۔

"شرم کر لو بے حیا عورت۔ میں نے سنا تھا لڑکے ہی ٹھرکی ہوتے ہیں، لیکن تم نے تو ریکارڈ توڑ دیا ہے ٹھرک میں۔ کئی بار روکنے پر بھی، ماہم لوگوں کو تاڑنے سے نہیں رکی، تو حنانہ دانت پیستے بول اٹھی۔

"تو میں کیا کر رہی ہوں۔ صرف دیکھ رہی ہوں اور اللہ کی تخلیقات کو سراہ رہی ہوں۔ اب جب اللہ نے مجھے دو آنکھیں دی ہیں (آنکھیں مکمل کھول کے معصومیت سے پٹپٹائیں) اور حسِ بصارت سے بھی نوازا ہے تو میں اللہ کی دی ہوئی، 80•80 کلو کی چلتی پھرتی نعمتوں کو کیوں نہ دیکھوں؟ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آنکھیں گھماتے، مدعا بیان کرتے، وہ مطلب کی آیت بھی ڈھونڈ لائی تھی۔ حنانہ اسے تعصب سے دیکھ کر رہ گئی۔ بیرے کے آرڈر دے کر جانے کے بعد، وہ کھانے سے انصاف کر رہی تھی جب ایک نسوانی آواز ان کے میز پر ابھری۔

دونوں نے سر اٹھا کر آنے والی ہستی کو دیکھا۔ بغیر آستینوں کے شرٹ پہنے، بلیک جینز کے ساتھ، سفید جوتوں میں، واجبی نقوش اور سانولی رنگت کی حامل، ایک دبلی پتلی سی لڑکی کھڑی تھی۔ (اور اگر ماہم کی نظروں سے دیکھو تو سوکڑے کی مریض کھڑی تھی۔) ناک پر پھسلتے، چشمے کو درست کرتے، وہ مسکراتے ہوئے انھیں ہی دیکھ رہی تھی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں!" نظروں کے ارتکاز پر اس نے انگریزی میں خوش اخلاقی سے پوچھا۔

"نو! جس قدر خوشی اخلاقی سے پوچھا گیا تھا اس سے زیادہ رکھائی سے ماہم نے دو حرفی انکار کیا

۔

مقابل کو شاید اس کے اتنے صاف انکار کی توقع نہیں تھی تبھی اس کی مسکراہٹ سمٹی۔

(!

Actually ! there is no other place left behind K indly let me sit here

(دراصل یہاں کوئی بھی جگہ خالی نہیں ہے۔ برائے مہربانی مجھے یہاں بیٹھنے دیجئے)۔حالیہ انکار کو یکسر بھلاتے، کسی امید کے تحت اس نے حنانہ سے پوچھا۔

! She was joking ۔Yes sure we' ll love you r company

(ہاں! کیوں نہیں۔آپ کی صحبت ہم پسند کریں گی۔وہ تو مزاق کر رہی تھی۔)

اس سے قبل کے ماہم، اسے پھر سے کوئی کھری کھری سناتی، حنانہ نے، ہاتھ بڑھاتے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ساتھ ہی میز کے نیچے سے ماہم کو پاؤں مارتے، خوش اخلاقی دکھانے کا اشارہ کیا۔

پتہ نہیں کیا سوچ کے، ماہم نے اسے ایک زبردستی کے مسکراہٹ سے نواز ہی دیا، جس کے جواب میں لڑکی نے مسکرانا ضروری نہیں سمجھا۔ایک نظر ماہم کو دیکھتے، وہ حنانہ کے ساتھ بینچ پر ٹک گئی۔

"آپ کہاں سے ہیں؟"

”میں انڈیا سے ہوں۔“

ناک پر چشمہ ٹکاتے، مہمان نے تعارف کروایا۔

”شکل سے ہی دکھ رہی ہے کہ انڈین ہے۔ پھر ایسے بے تکے سوال کی ضرورت کیا ہے اس بھنگن کو۔ حنانہ کے سوال پر، ماہم کڑھ کے رہ گئی۔

”میں حنانہ۔ حنانہ مصطفی قریشی۔ پاکستان سے۔ اور یہ میری دوست ہے ماہم عابد۔ یہ بھی پاکستانی ہے۔“

انگریزی میں اپنا اور ماہم کا تعارف کروایا گیا۔

Clubb of Quality Content

”ویسے آپ کا نام کیا ہے؟“

”میں ریا ہوں۔ ریا اروڑا۔ آگرہ سے۔ اور آپ دونوں کا تعلق کس شہر سے ہیں؟“

اب کی بار مقامی زبان میں پوچھا گیا۔ گفتگو بڑھانے اور ماہم کے نقطہ نظر سے لسی میں پانی ڈالنے کے لیے وہ یہ سوال پوچھ رہی تھی۔

”میں ساہیوال سے ہوں اور ماہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس سے قبل کہ حنانہ کچھ کہتی، ماہم نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔ میں لاہور سے ہوں لیکن میرا آبائی شہر کراچی ہے۔ اب اگر آکر بیٹھ ہی گئی تھی تو ذرا تفصیلی تعارف کروا ہی دوں ۔ کراچی نہ سہی لاہور کو تو جانتی ہی ہو گی۔ دھاک بٹھانے کو اس نے سوچا۔

"اوہ اچھا! کراچی! بہت سنا ہے کراچی کے بارے میں۔" اس کی بات سن کر وہ دل میں مسکرائی کہ چلو اچھا تاثر بیٹھے گا لیکن اگلے ہی لمحے ساری خوشی غارت ہو گئی۔

"میں نے سنا ہے کہ کراچی میں بجلی اور گیس دونوں نہیں آتے۔ مقابل شاید حد سے زیادہ سیدھی تھی یا بے، وقوف، جو پہلی ہی ملاقات میں ایسے تبصرے کر رہی تھی، حنانہ فیصلہ نہ کر پائی۔

Clubb of Quality Content

حنانہ کی گھوریوں اور بنیادی اخلاقیات کا سوچتے، جو اس کے اندر ایک اچھے اجنبی میزبان مسافر والی خوش اخلاقی جاگی تھی، فوراً ہی عنقا ہو گئی۔

اس نے حنانہ کو "پھر تم کہتی ہو کہ میں گالی دیتی ہوں" والی نظروں سے دیکھا۔

اور جواباً حنانہ نے نے "یااللہ! یہ کیا ہو گیا؟" والی نظروں سے دونوں کو دیکھتے، ہونٹ بھینچ لیے۔اس کے تبصرے کا جواب دینے کے لیے ماہم نے، ہونٹ دانتوں تلے دباتے، اپنی دو دھاری تلوار جیسی زبان کو تیار کیا۔

"آپ نے یقیناً انڈیا میڈیا سے سنا ہو گا۔ پکی اور مستند خبروں کے لیے انٹرنیشنل میڈیا سنا کریں۔ میڈیا کی باتوں پر یقین نہ کیا کریں۔انڈین میڈیا کا کیا ہے؟اس کا تو کام ہی لمبی لمبی چھوڑنا ہے۔

لگے ہاتھ مشورہ بھی دے دیا۔

"میں نے سنا ہے کہ پاکستانی انڈین سے نفرت کرتے ہیں،؟ کیا یہ سچ ہے؟"

ایک بار تو دل چاہا کہ کہہ دے کہ تم لوگوں کی حرکتیں ہی ایسی ہوتی ہیں کہ بندہ کیا کرے ۔مگر پھر جملہ حذف کر گئی۔

دیکھو بہن! انڈین ہو یا پاکستانی۔ کیا فرق پڑتا ہے؟ قومیت کی بنا پر کسی سے نفرت نہیں کرنی چاہیے جب تک اگلا آپ کو کوئی نقصان نہ دے۔ حنانہ اور ریا دونوں کی انکھوں میں کوئی محبت بھرا احساس جاگا لیکن اس کی بات ابھی جاری تھی۔

"قومیت دیکھ کر نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیں رنگ، نسل، کاروبار، علاقے، مذہب اور قومیت کی تفریق کیے بغیر، سب سے برابر کی نفرت کرنی چاہیے۔" آنکھیں تو اب کھلی تھیں ان دونوں کی۔

"آپ یہاں کس ڈگری کے لیے آئی ہیں۔ رش کے باعث بیرا ابھی تک آرڈر لینے نہیں آیا تھا اور آرڈر دینے وہ اب خود جا رہی تھی۔

اس کا سوال سنے بغیر وہ جا چکی تھی۔

"آپ یہاں کس ڈگری کے لیے آئی ہیں؟ تاثرات کو فل بگاڑ کر نقل اتارتے ماہم نے حنانہ کو لتاڑا۔

اس کی حرکتیں دیکھ کر سوال بنتا تو نہیں ہے۔ جو اس کی دماغی حالت ہے صاف پتہ چلتا ہے سائیکالوجی وارڈ کی بھاگی ہوئی مریضہ ہے۔ پڑھنے والی اس کی حرکتیں ہیں۔ کراچی کے بارے میں کیا گیا تبصرہ اور اس کی مسکراہٹ نظر انداز کرنا، وہ کسی صورت ریاکہ یہ دو جرم نہیں بھولنے والی تھی۔ بل پے کرنے کا سوچتے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

Clubb of Quality Content

بل کاؤنٹر کی جانب جاتے، سامنے ہی انھیں ہاتھ میں کافی اور سینڈوچ کی ٹرے تھامے، ریا اپنی جانب آتی دکھائی دی۔

اس سے قبل کہ حنانہ، اس کے پاس جا کر کوئی بات کرتی، ماہم نے حنانہ کو بازو سے دبوچتے، اپنی طرف کھینچتے اسے دھمکایا۔

"ہر ایرے غیرے سے دوستی والی عادت تم نے یہاں شروع کی نا! پھر دیکھنا۔ میں تمہیں بتاتی۔ اکیڈمی میں بھی تم نے یہی کام شروع کیے تھے، تب میں چپ کر گئی تھی لیکن اگر آج، اس لڑکی سے تم نے مزید راہ و رسم پیدا کیے نا۔ قسم سے ڈبے میں پیک کر کے اسی کے ہاتھ تھما دوں گی۔ پھر کرتی رہنا دوستیاں۔"

۔قریب آتی ریا کو بدقت مسکرا کر دیکھتے، اس نے ماہم کی دھمکی سنی۔

بغیر ریا کو منہ لگائے، اسی طرح ماہم، حنانہ کو بازو سے دبوچے، کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئی۔

آفس جوائن کیے، اسے ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ اور تاحال کوئی مسئلہ پیش نہیں آیا تھا۔ وجہ کچھ دفتری کاموں کی وجہ سے، آصف کی جاب سے چھٹی بھی تھی۔ بہر حال وہ جانتا تھا کہ زیادہ دیر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ سکون برقرار نہیں رہے گا۔ایک ضروری کال سننے کے لیے وہ اپنے آفس سے نکلا اور تبھی اس کے کانوں میں ایک نسوانی آواز پڑی۔

"سر!آپ کو کبھی کسی نے بتایا ہے کہ آپ تھری پیس میں کتنے ہینڈسم لگتے ہیں؟ایک آفس کی کولیگ اس وقت آصف سے مخاطب تھی اور وہ مسکراتے ہوئے اس کی بات سن رہا تھا۔آفس ورکرز کے ساتھ،اس کے ہلکے پھلکے ٹھرک،اور معمول کے افیئرز کسی سے مخفی نہ تھے۔

"اگر یہ ہینڈسم ہوتا،تو کوئی بتاتا نا!رہداری سے گزرتے،ان کی گفتگو میں خلل ڈالنے سے وہ خود کو روک نہیں پایا۔خاتون ورکر اور آصف کا سکون،دونوں اسے دیکھتے نو دو،گیارہ ہو چکے تھے۔

دونوں براہ راست ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے کھڑے تھے۔آصف کا چہرہ سپاٹ، جب کہ ہادی کے تاثرات محظوظ کن تھے۔

"اپنی حد میں رہو!تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تم یوں ہماری گفتگو میں حصہ لو۔ارد گرد سے گزرتے لوگوں کا خیال کرتے،اس نے آواز کم رکھی۔ہادی نے گویا ناک سے مکھی اڑائی۔

Clubb of Quality Content

"کسی مسلمان کی غلط فہمی دور کرنا صدقہ جاریہ ہے۔اور میرے اس مذہبی، قانونی، شرعی اور اخلاقی حق سے تم مجھے محروم نہیں کر سکتے۔"

آصف نے اس کی فضول گوئی بمشکل ہضم کی۔

"ویسے مس سارا کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ ٹیسٹ بھی کافی خراب ہے۔"اب وہ اسے سلگا رہا تھا۔

"اور یہ بات تم اتنے دعوے سے کیسے کہہ سکتے ہو؟اسے واقعی اس کے موقف پہ تعجب ہوا۔

"اب تم خود کو ہی دیکھ لو۔ بھلا تم میں کوئی ڈیٹ کرنے والی خوبی ہے۔ قسم سے اگر میں لڑکی ہوتا نہ اور تم دنیا کے آخری لڑکے ہوتے، میں تب بھی تمہیں ڈیٹ نہ کرتا۔"تاثرات کراہیت والے تھے۔

"مطلب میں حیران ہوں کہ کسی لڑکی کا ٹیسٹ اتنا خراب کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ "تمہیں" ڈیٹ کریں۔" دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے، سر تا پیر اسے جانچتی نگاہوں سے دیکھتے، وہ پر سکون سا کھڑا تھا۔مارے اہانت کے آصف کا چہرہ لال ہو گیا۔

اپنی کمزوریوں سے وہ واقف تھا تب بھی ہاتھ اٹھانے سے باز رہا۔ ”بہت مہنگا پڑے گا تمہیں یہ سب۔“ ہادی کے سینے پر ہاتھ مارتے وہ آنکھوں میں آنکھیں گاڑے بولا۔

”سستی چیزیں مجھے پسند بھی نہیں ہیں۔ کہتے کہ سستا روئے بار بار مہنگا روئے ایک بار۔ یہ بار بار میرا بندوبست کرنے کی تم مجھے سستی دھمکیاں ہی کیوں دیتے ہو؟ ایک ہی بار کوئی اچھا سا، مہنگا سا، بندوبست کیوں نہیں کرتے میرا۔! یقین کرو یہ بار بار کی سستی دھمکیاں دے کر نا، تم اپنا تاثر مزید میری نظروں میں خراب کر رہے ہو۔ ڈو سم تھنگ مین! آئی ایم ایگرلی ویٹنگ۔۔۔“ اس کی دھمکی کو چٹکیوں میں اڑاتے، وہ جانے لگا مگر آصف نے ہاتھ بڑھا کر اسے روک لیا۔ گردن موڑ کر، روکنے کی وجہ جاننی چاہی اور تب ہی آصف نے اپنی پینٹ کی جیب سے اپنا موبائل نکالا۔ وہ کسی اچھے موقع کے انتظار میں تھا لیکن آج اس لڑکے نے اسے مجبور کیا تھا کہ وہ آج ہی اسے س کی اصلیت دکھائے۔

موبائل آن کرتے، چند بٹن دباتے، سکرین کو اس کی نظروں کے سامنے کیے وہ اسے کچھ دکھا رہا تھا۔ ایک نظر سکرین کو دیکھتے، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہادی مسکرایا۔ وہی

مسکراہٹ جو شکاری کے چہرے پر آتی ہے۔وہ بھی تب،جب شکار خود چل کر اس کے جال میں آجائے۔

وہ اسے کمپنی کے اکاؤنٹ سے آصف کے اکاؤنٹ میں منی ٹرانزیکشن کی ایک رسید دکھا رہا تھا۔ہادی سمجھ گیا،کہ وہ اسے بتانا چاہ رہا ہے کہ آصف کے نام پر جو غیر قانونی ٹرانزیکشن اس نے کمپنی کے اکاؤنٹ سے کی ہے اس کے بابت آصف معلومات حاصل کر چکا ہے۔اور یقیناً اس کی بات نہ ماننے کی صورت میں،میں وہ اسے نوفل صاحب کو بتانے کی دھمکی دے گا۔

انٹرسٹنگ!۔اس نے سوچا۔اس کی سوچ سے بھی زیادہ جلدی وہ گیم میں پھنس گیا تھا۔

"جانتے ہو نا یہ کیا ہے؟آصف نے گویا اسے یاد دلانا چاہا۔

"یس مائی ڈارلنگ جانتا ہوں۔بہت اچھے سے جانتا ہوں۔اب تم میرے چھوٹے چھوٹے خفیہ کاموں کو اس طرح سر انجام دو گے تو کیسے چلے گا!کسی سے اتنا آبسیس نہیں ہوتے کہ اس کی منی ٹرانزیکشنز کا بھی آپ کو پتہ چل جائے۔وہ اب سے پچکار رہا تھا۔

"جانتے بھی ہو، اگر میں نے سر کو یہ بتا دیا کہ وہ تمہارے ساتھ کیا کریں گے؟ کم از کم 10 سال تو تمہیں لگ ہی جائیں گے جیل سے نکلتے ہوئے۔" آنکھوں مین ایسی چمک گویا ہادی کو سلاخوں کے پیچھے دیکھ لیا ہو۔

"جانتا ہوں ڈیئر۔ اس ٹرانزیکشن کی مد میں تم اپنی بھی سینکڑوں غیر قانونی ٹرانزیکشن کو میرے سر ڈال دو گے۔ تو پھر تو یقینا مجھے عمر قید ہی ہو گی۔"۔ اشارہ صاف تھا کہ اگر تمہیں میری ایک ٹرانزیکشن کا پتہ چلا ہے، تو مجھے تمہاری سینکڑوں ٹرانزیکشنز کے بارے میں معلوم ہے۔

آصف کے تاثرات سپاٹ تھے۔ اس کا شک اسے تھا۔ یہ لڑکا اس کی سوچ سے بھی زیادہ چالاک تھا۔

"ڈیئر اصف! المعروف فراڈیا انسان! جب تک تم یہ اس ٹرانزیکشن کے خلاف ثبوت ڈھونڈو گے کہ یہ "میں" نے تمہارے اکاؤنٹ سے کی ہے! تب تک تو بہت دیر ہو چکی ہو گی۔ کیوں کہ اگر میں نے نوفل صاحب کو یہ ویڈیو دکھا دی۔ ساتھ ہی ہاتھ میں تھامے فون میں، چند بٹن دباتے ایک ویڈیو پلے کی۔ تو تمہارا کیا ہو گا۔ ہاں؟

آصف جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ وہ اس کی، دو روز قبل، کسی حسینہ کی باہوں میں گزارے گئے "رنگین لمحات" کی ایچ ڈی ویڈیو تھی۔ درمیانے موسم اور چلتے اے سیوں کے باوجود، آصف کو پسینے آنے لگا۔

"تو ڈیئر! میرے خلاف ثبوت ڈھونڈنے سے اچھا ہے۔ تم اپنے حق میں ثبوت ڈھونڈو۔ کیونکہ اگر یہ ویڈیو میں نے نوفل صاحب کو دکھا دی، تو تمہارے جنازے کو کندھا دینے کی اور تمہاری قبر پر فاتحہ پڑھنے کی میری خواہش، "خواہش" ہی رہ جائے گی۔ تمہارے تو لاش بھی کسی کو نہیں ملے گی"۔

آصف کی شادی، نوفل صاحب کی سگی بھانجی کے ساتھ ہوئی تھی۔ نوفل صاحب کے ساتھ ساتھ، اس کے سسر بھی بااثر انسان تھے اور اس ویڈیو کا ان تک پہنچنے کا مطلب، جاب کے ساتھ ساتھ زندگی سے ہاتھ دھونا تھا۔ منہ میں زبان ہوتے گونگا ہونا کسے کہتے ہیں، آصف اس وقت اس کی عملی تفسیر تھا۔

"ویسے کیا پکچر کوالٹی ہے۔! نیا فون ہے۔ اس کا زوم بھی بہت اچھا ہے اور سٹوریج کی تو بات پوچھو ہی نا، کیا کیا سٹور کر لیتا ہے یہ فون۔" لہجے میں بچوں کی سی خوشی تھی۔

وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کے فون میں اس کی اور بھی ڈیٹیلڈ ویڈیوز موجود ہیں جو کہ ویڈیو میں ہوتے گناہ کو سمجھانے کے لیے کافی ہیں۔

"ارے کیا ہوا! ٹھیک تو ہو۔ کچھ بولتے کیوں نہیں۔ زبان تو ٹھیک ہے۔" ہادی کو نہ جانے کیوں اس کی اتنی فکر ہو رہی تھی۔

"تم یہ ویڈیوز سر کو نہیں دکھاؤ گے۔ یقیناً تمہارا مقصد صرف مجھے دھمکانا تھا۔ اگر دکھانی ہوتی تو تم یہ ویڈیو اب تک سر کو دکھا چکے ہوتے۔ کافی دیر بعد حواس بحال ہوئے تو آصف بات کی تہہ تک پہنچا۔ شکاری نے جواباً آنکھیں ٹپ ٹپائی۔

"مشاہدہ کافی اچھا ہے تمہارا۔ کھلا نہیں ہے میرے پاس ورنہ دو روپے لازمی انعام کے طور پہ دیتا۔ بالکل ٹھیک کہا، یہ ویڈیوز صرف تمہیں دھمکانے کے لیے نہیں بنائی میں نے بلکے ان کا بہت اچھا مصرف ہے میرے پاس۔ اور وہ کیا ہے؟ وہ تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا۔ فی الحال تمہارے پاس اس ویڈیو پہ غور کرنے سے زیادہ بڑے گناہ ہے ے۔ تم ان کا کفارہ سوچو۔ اوکے ڈیئر"۔

اس کا گال تھپتھپاتے، وہ جا چکا تھا۔ اور پیچھے آصف حیرتوں میں گھرا کھڑا رہا۔ اس لڑکے سے

اس کی کوئی ذاتی دشمنی تو نہیں تھی۔ پھر وہ آخر اس کے پیچھے کیوں پڑا تھا! باقی کاموں کی نسبت اس سوال کا پتہ لگانا، زیادہ ضروری تھا۔ اور کتنا ضروری ہے یہ سب وقت ہی بتائے گا۔۔۔۔؟

یہ منظر نیلی روشنی سے منعکس، سفید ٹائلوں اور مشینی آلات سے آراستہ آفس نما کمرے کا تھا۔ گرین سافٹ بورڈ پر پانچ مختلف خواتین کی مختلف زاویوں کی تصاویر چسپاں تھی اور بورڈ کے سامنے ہاتھ باندھے ایک شخص، ہاتھ میں پکڑی رپورٹ کا معائنہ کر رہا تھا۔ بورڈ کی ایک جانب، انہی خواتین کی مردہ حالت کی تصاویر موجود تھی اور کمرے میں فل وقت گہری خاموشی کا راج تھا۔

چار ماہ، پانچ سلسلہ وار قتل اور پانچ مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والی پانچ عورتیں۔ چار ماہ کے بعد بھی کیس کا کوئی سرا ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ مختلف ملکوں، علاقوں اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی مختلف عمروں کی حامل خواتین کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق بھی نہیں تھا اور مزید یہ کہ یہ خواتین ایک دوسرے سے زندگی میں کبھی ملی بھی نہیں تھی۔ لندن کے مختلف علاقوں سے پائی جانے والی لاشوں میں لینا النور (پہلی مقتولہ) سرافینا قادر (دوسری

مقتولہ) نمرہ الزیفر (تیسری مقتولہ) یسرا وانے (چوتھی مقتولہ) اور امالیہ رقیب (پانچویں مقتولہ) میں ایک چیز مشترک تھی۔ اور وہ تھا وہ سفید لباس اور ہتھیلی کا بالشت لمبا گہرا زخم۔ گو کے تمام عورتوں کے قتل کا طریقہ مختلف تھا لیکن لباس اور ہتھیلی کا زخم سب کا ایک جیسا تھا اور یہی وہ واحد چیز تھی جو اب تک اس کیس کو جوڑے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر نیل کی حالیہ رپورٹ کے مطابق تمام لاشوں کے جسم سے، ایک جیسی قدیم، زرخیز مٹی کے ذرات ملے تھے، اور ایسی مٹی عموماً قدیم جنگلات میں ہوتی ہے،۔ اور اس وقت لندن میں صرف ایک ہی قدیم جنگل تھا۔ اور وہ تھا ایپنگ فاریسٹ۔

جس کے بارے میں مشہور تھا کہ ایک بار جو اس جنگل میں گم ہو جائے وہ دوبارہ نہیں ملتا۔ لیکن اس جنگل میں مدغم ہوئے ثبوتوں کو اسے نکالنا ہی تھا۔ وہ اور ٹیم ایپنگ فارسٹ تحقیقات کے لیے پہنچ گئی تھی جہاں سے پہلی لاش ملی تھی, اور جہاں سے یہ کھیل شروع ہوا تھا۔

لندن کے شمال مشرق میں واقع, کوین میری یونیورسٹی سے, 40،45منٹ کی مسافت پر,
گریٹر لندنGreater Londonاور ایس ایکسEssexکے درمیان پھیلا ہوا,
ائرن ایج(Iron age)کے زمانے سے پہلے کا,25سو سالہ قدیم,Eppingکا جنگل,
2400ہیکٹرز(تقریبا6000ایکڑ)پر مشتمل,55,000سے زائد, قدیم درختوں کے
ساتھ, بذات خود ایک پہیلی تھا... یہاں پر کئی دلچسپ اور پراسرار مقامات تھے جن
میںLoughten Camp(گول شکل کی مٹی کی دیواروں کا بنا این ایج کا
قلعہ),Bank Ambresbury(تیرہویں صدی کا ایک اور قدیم قلعہ)
High Beach(جنگل کا سب سے اونچا مقام جہاں سے پورے جنگل کا نظارہ کیا جا سکتا
ہے)....اورPond The Lost(جنگل کے وسط میں واقعہ ایک گمشدہ تالاب جو
عموما نقشوں پر ظاہر نہیں ہوتا اور پراسرار پس منظر رکھتا ہے)زیادہ مشہور تھے۔

.کوئی عام جنگل ہوتا, تحقیق تب بھی آسان نہ ہوتی, کیونکہ جنگل ہر وقت جاگتا ہے لیکن یہ
2500سالہ قدیم6000ایکڑ پر مشتمل, ایپنگ کا جنگل تھا جہاں تحقیق ناممکن, اور پتھر
سے سر پھوڑنے کے مترادف تھی.۔ لیکن چونکہ یہ کیس ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید

پیچیدہ اور سنگین ہوتا جا رہا تھا. اس میں تحقیق کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا لہذا نا ممکن کو ممکن نا ے کے لیے ازلان متحرک تھا

1876. میں یہ جنگل عوامی تحفظ کے لیے The Epping Forest act کے ذریعے City Of London Corporation کی تحویل میں دے دیا گیا تھا۔ محکمہ ایپنگ اور اروند کے ہمراہ وہ جنگل میں داخل ہوا۔ پولیس کی گاڑیاں اس کے ساتھ تھی ۔کلارا مقتولین کے بارے میں دیگر تحقیقات میں مصروف تھی۔آج جنگل کے جنوب میں وہ لوگ ٹولیوں کی صورت، گاڑیوں میں سوار تھے۔ گھٹنوں تک اتے لانگ بوٹ پہنے، فارمل پینٹ شرٹ میں، سن گلاسز لگائے، ازلان کی جیپ سب سے آگے تھی۔

محکمہ ایپنگ کی ٹیم کا ایک افسر، پیسنجر سیٹ پر بیٹھا، جنگل کے اس علاقے کے بارے میں معلومات دے رہا تھا جسے سنتے وہ اگلا لائحہ عمل ترتیب دے رہا تھا۔ گزشتہ ایک سال میں ہونے والے واقعات کی تفصیلات سنتے، ازلان کی جیپ ایک جھٹکے سے رکی۔

مجبوراً پچھلی گاڑیوں کو بھی بریک لگانی پڑی اور پر سکون فضا میں ایک بار ٹائروں کی چڑچڑاہٹ کی آواز گونج اٹھی۔ سفید کپڑوں میں لپٹی، کوئی عورت زمین پر لیٹی تھی۔ کمر کے ساتھ بندھی پستول کو نکالتے، تمام افراد اب چوکنے سے کھڑے ارد گرد کا معائنہ کر رہے تھے۔

جیپ سے چھلانگ لگاتے، ہاتھ میں تھامی پسٹل کو لوڈ کرتے، اہلکاروں کے ساتھ ارد گرد کا جائزہ لیتے، وہ آگے بڑھا۔ کچھ دیر ادھر ادھر تفتیش کرتے، اپنے علاوہ کسی اور کی غیر موجودگی کو یقینی بناتے وہ سامنے لیٹی عورت کی طرف جھکا۔ پسٹل کو ہولڈر میں اڑستے، جیب سے سفید دستانے نکال کر ہاتھوں پر چڑھاتے، اروند کی مدد سے اس نے لاش کو سیدھا کیا۔

سفید فراک میں ملبوس کٹی گردن، پیٹ اور سینے کے درمیانی جگہ پر، پے در پے کیے جانے والے وار کے ساتھ، وہ کسی 22 سالہ لڑکی کی لاش تھی۔ سینے سے لے کر پیٹ کے درمیانی جگہ کی حالت اس قدر خراب تھی کے اندرونی اعضا تک دکھ رہے تھے۔ فضا میں خون کی بو رچی بسی تھی۔

"باقی لاشوں کی نسبت اس کا زخم قدرے نیا ہے زیادہ پرانا نہیں ہے۔" اروند نے ازلان سے رائے چاہی،

"وہ اس لیے کہ شاید مارنے والے کو اسے کسی اور مقام پر پہنچانے کا وقت نہیں ملا اب ہم خود ہی اس تک پہلے پہنچ چکے ہیں۔"

اروند کی رائے سے اتفاق کیا گیا۔لاش فرانسیک ڈیپارٹمنٹ پہنچادو۔تب تک میں اہلکاروں کے ساتھ ارد گرد کا معائنہ لیتا ہوں۔اروند گاڑی سے کیمرہ نکالے اپنے کام پر شروع ہو چکا تھا۔اور وہ اور دیگر اہلکار جنگل میں پھیل گئے۔

اور اس لاش کی تصویریں لیتے اروند کو کیا معلوم، کہ وہ کس راز کی جڑیں کھود رہا ہے؟؟

تیز تیز قدم اٹھاتی، کندھے پر بیگ لٹکائے گھڑی پر وقت دیکھتے وہ عجلت میں دکھائی دیتی تھی۔ماہم کی کلاس پہلے تھی لہذا وہ صبح پہلے جا چکی تھی۔اس کی کلاس 10 بجے تھی اور وہ لیٹ ہو چکی تھی اور اب لیٹ ہونے کی وجہ سے تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی۔

ڈیپارٹمنٹ اور کلاس، وہ سیمینار والے دن دیکھ چکی تھی لہذا بغیر محنت کیے وہ کلاس میں پہنچ گئی۔اپنی سیٹ پر بیٹھتے، اس نے کلاس کا جائزہ لیا۔اوڈیٹوریم کی طرح قطار در قطار درجوں کی صورت میں کرسیاں اور میز رکھے تھے۔طلبا بے فکری سے باتوں میں مشغول تھے اور وہ

اکیلی بیٹھی ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی۔ سر گھماتے اس نے ادھر ادھر دیکھا اور تبھی اس کی نظر، دروازے سے اندر آتے، لڑکے پر پڑی، جو میانہ روی سے قدم اٹھاتا اب نشستوں کی جانب آرہا تھا۔

رالف لورین کی پولو شرٹ کے ساتھ، بلیک پینٹس اور انتہائی قیمتی جوگرز پہنے وہ باوقار چال چلتا، حاضرین کو گردن موڑ کر دیکھنے پر مجبور کر چکا تھا۔ پورے کمرے میں اس کے مہنگے کلون کی مہک پھیل چکی تھی اور لڑکیاں اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھیں۔

ان سب کی نظروں سے بے نیاز، وہ چلتا ہوا آیا اور حنانہ کی دائیں جانب موجود میز پر بیٹھ گیا۔ اس دوران کب کلاس میں ٹیچر آیا کسی کو خبر نہ ہوئی۔ گلا کھنکارتے استاد نے سب کو اپنی جانب متوجہ کیا لیکن کچھ لڑکیاں ابھی بھی چور نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ٹیچر کی بات پر اس نے توجہ کرنا چاہی، اور کتابیں کھول کر ٹیچر کی جانب متوجہ ہو گئی۔ وہ عام لڑکیوں کی طرح ہر راہ گیر سے متاثر نہیں ہوتی تھی، لیکن اس لڑکے نے اس کے ذہن پر اپنی موجودگی کا نقش چھوڑا تھا۔ اگر ماہم یہاں ہوتی تو اس کا کیا ری ایکشن ہوتا؟ یہ سوچ کر ہی مسکرائی۔

کلاس کے بعد وہ فرصت سے ماہم کا دل جلائے گی یہ تہیہ کرتے، وہ بے انتہا خوشی تھی۔آج ماہم کو ستانے کے لیے اس کے پاس کافی کچھ تھا۔

کلاس ختم ہوتے، اس نے ماہم کو میسج کرتے اپنی ڈیپارٹمنٹ آنے کا کہا اور خود چیزیں لیے، ماہم کو بتائی گئی جگہ کی جانب چل دی۔

"کیسا گزرا آج کا دن؟ میز پر بیگ پھینکتے کرسی سے ٹیک لگاتے، اس نے جھلائی بیٹھی ماہم سے پوچھا۔

"نہ پوچھو بہن! انتہائی فضول! گھٹیا ترین! جس قدر برے صیغے استعمال کر کے وہ برائی بیان کر سکتی تھی اس نے بیان کی۔

"کیوں؟ کوئی حسین لڑکا نہیں ملا کیا؟ حنانہ نے اسے چھیڑا۔

"نہیں! سارے غلیظ، بھکاری انگیریز میری کلاس میں جمع تھے۔ قسم سے منہ دھونے کی بھی زحمت نہیں کی ہوئی تھی کسی نے۔ جیسے بستر سے سو کے اٹھے، ویسے ہی منہ دھوئے بغیر آ

گئے۔یہ انگریزا تنے غلیظ ہوتے ہیں مجھے تو آج اندازہ ہوا ہے۔یقین مانو میری تو آنکھوں میں لہو ہی اتر آیا تھا۔"

اس کی نسبت حنانہ خوشگوار موڈ میں تھی اور اب ماہم کی حالت اور باتوں پر اس کو ہنسی آ رہی تھی۔

"!ٹینشن نہ لو۔کوئی حسین لڑکا مل ہی جائے گا۔آنکھ مارتے،اس کو امید دلائی۔ماہم کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

حنانہ کی بات سنتے،اس نے نظر اٹھا کر دیکھا،اور وہیں ٹھہر گئی۔حنانہ کی دعا کچھ زیادہ ہی جلدی قبول ہو گئی تھی۔طبیعت ایک دم سے شگفتہ،انکھیں ایک دم چمک اٹھیں۔تھوڑی دیر پہلے والی جو بیزاری تھی وہ عنقا ہو گئی۔حنانہ نے اس کو مسکراتے دیکھا تو اس کی نظروں کا تعاقب کیا۔اس کی نظروں کی تقلید میں دیکھتے اس نے نگاہ اٹھائی اور تب ہی نظر سامنے،سے گزرتے،اس لڑکے پر گئی۔

"جی تو مدثر صاحب! نام تو سنا ہی ہو گا۔ ناچیز کو زاویان کمال ادریس کہتے ہیں۔ بڑے ڈائل والی، مہنگی سرمئی گھڑی والے ہاتھ سے موبائل کان سے لگائے، وہ کلاس والا لڑکا گارڈ کی تقلید میں جا رہا تھا۔ سیاہ چمچماتی بگاٹی اس کے سامنے آکر رکی۔

ڈرائیور نے جلدی سے نکل کر دروازہ کھولا۔ اس کے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی، گارڈز بھاگ کر اپنی گاڑیوں میں بیٹھے، اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ لوگ نظروں سے غائب ہو گئے۔ البتہ وہ ماہم کی نظروں کے حصار میں تب تک رہا جب تک نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا۔

"منہ کے آگے ہاتھ لہراتے، حنانہ نے ماہم کو حقیقت کی دنیا میں پٹکا۔

"ناچیز نہیں! بڑی پہنچی چیز بولو! مرنا بگاٹی کا مالک ہوتے ہوئے بھی خود کو ناچیز کہہ رہا ہے۔ اگر یہ ناچیز ہے تو پھر ہم تو کوئی چیز ہی نہیں ہیں۔ اس کے سحر سے نکلی، تو بول اٹھی۔ ماہم کی بات سنتے، اس کی انکھیں چمکی۔

"میرا کلاس فیلو ہے یہ۔ دائیں جانب والے ٹیبل پہ بیٹھا تھا۔ مسکراہٹ روکتے، ایک ادا سے بالوں کو جھٹکتے، اس نے ماہم کے حواسوں پہ دھماکہ کیا۔

"کیاااااااااا! مارے حیرت کے وہ چیخ اٹھی۔

"پہلے کیوں نہیں بتایا کہ وہ تمہارا کلاس فیلو ہے۔اوہ! تو اب سمجھ آئی کہ تم اتنی فریش کیوں پھر رہی ہو؟ عقدہ تو اب کھلا ہے؟

"شٹ اپ!" حنانہ نے اس کو باز رکھنے کی کوشش کی۔

"بڑی بات ہے بھئی! ایسے حسین وامیر کلاس فیلو کے پہلو میں بیٹھ کر کون کمبخت فریش نہیں ہو گا؟ تمہارے تو مزے ہیں بھئی۔ تمہاری تو موج لگ گئی ویسے۔اس کی باتیں سنتے حنانہ لوٹ پوٹ ہو گئی۔

"یاررررررررر! مجھے نہیں پتہ! میں نے بی ایس سی دوبارہ کرنی ہے۔اگر ایسا حسین کلاس فیلو ہو۔ تو میں تو اس کو دیکھنے کے بہانے، کلاس میں پوچا بھی لگالوں۔اس کے تاثرات حنانہ کو مزہ دے رہے تھے۔

"ویسے کیا بات ہوئی اس سے تمہاری؟ سلام دعا تو ہوئی ہی ہو گی! دونوں کندھوں سے اسے تھامے، وہ ملاقات کا حال احوال جاننے کے لیے متمنی تھی۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا؟ میں نے کیوں بلانا تھا اسے! وہاں میں پڑھنے گئی تھی کہ تمہاری طرح ٹھرک جھاڑنے گئی تھی۔خود کو چھڑواتے، مسکراہٹ روکتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں بتانا تو سیدھی طرح بتادو۔مجھے بات میں لانے کی کی ضرورت نہیں ہے۔وہ تو برا ہی مان گئی تھی۔

"ٹائم نہیں تھا کلاس میں ایک منٹ کے لیے بھی۔میں اسے کیسے بلاتی؟"۔انداز صلح جو تھا۔اب کوئی بہانہ بھی تو بنانا ہی تھا۔

"اچھا یہ تو بتادو!فل فیس کیسا ہے؟مین ٹو سے آنکھیں۔آنکھیں کس کلر کی ہیں اس bugattiوالی ناچیز کی؟

ملاقات کو چھوڑتے،اب وہ اس کے نین نقوش پر آگئی تھی۔

وہ۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔وہ میں نے۔۔۔اتنے غور سے نہیں دیکھا۔کھسیانی سی ہنسی ہنستے، اس نے بیچارگی سے کہا۔اگر آج ہی نین نقوش بتادے گی تو پھر ماہم کو جلائے گی کیسے؟

"لیکن پکا!کل میں اسے تسلی سے سارا دیکھ کر آؤں گی اور تمہیں بتاؤں گی!۔۔۔۔سچی۔۔پکا وعدہ!ماہم کے گرجنے سے پہلے ہی،وہ اس سے معاہدہ طے کر چکی تھی۔ماہم کے قاعدے کے مطابق وہ بہت سنگین غلطی کر چکی تھی۔ایک حسین وامیر لڑکے کے پہلو میں بیٹھنے کے باوجود اس نے لڑکے کو نہیں دیکھا تھا۔جرم ناقابل معافی تھا۔کینہ توز نظروں سے حنانہ کو

دیکھتے اس نے بمشکل اثبات میں سر ہلایا۔وہ میری اگلی کلاس کا ٹائم ہو رہا ہے میں چلتی ہوں۔

بیگ تھامے حنانہ نودو 11 ہو گئی تھی۔

پیچھے ماہم اس لڑکے کے بارے میں سوچتی رہی۔

آج ان کا ڈبل لیکچر تھا۔اور خوش قسمتی سے وہ وقت سے پہلے پہنچ چکی تھی۔وہ اپنی مخصوص سیٹ پر بیٹھے ارد گرد کا جائزہ لینے لگی۔ایک چیز نا چاہتے ہوئے بھی وہ سوچنے پر مجبور تھی کہ یہ لڑکا ہمیشہ اس کی دائیں جانب اسی مخصوص جگہ کیوں بیٹھتا ہے۔سارے طلبا اپنی نشستیں بدلتے رہتے تھے،واحد وہ اور حنانہ تھے جو باقاعدگی سے اپنی مخصوص نشست پر بیٹھتے تھے۔سکرین پر سلائڈز کو بدلتے ٹیچر پڑھا رہی تھی اور طالب علم ہر تھوڑی دیر بعد سر ہلا کر جھک کر نوٹس بنانے میں مصروف تھے۔نوٹس بناتے اس نے ایک غیر ارادی نظر دائیں جانب اٹھائی اور ٹھہر گئی۔

دائیں جانب بیٹھا لڑکا، کہنی میز پر ٹکائے، گال تلے ہتھیلی رکھے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ماہم کی بات ذہن میں آئی تو لاشعوری طور پر وہ لڑکے کے نقوش غور سے دیکھنے لگی۔ گہرے بھورے بالوں، سنہری مائل بھوری آنکھوں اور مخصوص انداز سے تراشی گئی ہلکی بڑی داڑھی کے ساتھ وہ زاویان کمال ادریس تھا۔ اس کے نقوش اور شخصیت کافی سحر انگیز تھی۔ حلیہ اور شخصیت سے وہ 26 یا 27 برس کا لگتا ہے اور اس عمر میں اس کا بی ایس کو حنانہ کو عجیب لگا۔ لیکن پھر یہ کہہ کر اپنا خیال جھٹکا کہ ہو سکتا ہے اس کی عمر 2322 سال ہو، اور داڑھی اور حلیے کی وجہ سے وہ اپنی عمر سے بڑا لگتا ہو۔ خیر اسے کیا؟۔ غائب دماغی کے عالم میں وہ کافی دیر اس کی طرف دیکھتے ہی سوچ رہی تھی اور جب ہوش میں آئی تو جی بھر کر شرمندہ ہو گئی۔ گال الگ خفت سے سرخ ہوئے۔ کیونکہ مقابل پلک جھپکائے بغیر، مسکراتی آنکھوں کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ نظروں کے ارتکاز پر، اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھوٹی۔ حنانہ نے اس کو مسکراتے دیکھا تو زمین میں گڑھنے کا دل کیا۔

دل ہی دل میں وہ غائبانہ ڈھیروں گالیوں سے ماہم کو نواز چکی تھی۔ کیا ضرورت تھی بھلا ماہم کی بات ماننے کی؟ اس نے کلس کر سوچا مگر اب کافی دیر ہو چکی تھی اور مقابل اسے پکڑ بھی

رنگے ہاتھ ہو چکا تھا۔خفت مٹانے کو اس نے ہونٹ بھینچ لیے اور نوٹس کی طرف متوجہ ہو گئی۔چند لمحوں بعد،دل کی تسلی کے لیے،چور نظروں سے دائیں جانب دیکھا آیا کہ وہ اسے ہی دیکھ رہا ہے یا بات بھول کر کام میں مشغول ہو گیا لیکن وہ دھک سے رہ گئی کیونکہ وہ مقابل ابھی بھی مسکراتی نظروں سے،ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر پہلے خفت سے سرخ ہوئے گال،اب کی بار تو گہرے لال ہو گئے۔اور ہلکے گلابی سے گہرے لال گالوں تک کا سفر،کسی نے انتہائی محظوظ ہوتے از بر کیا تھا۔

خود کو خوب ساری لعن طعن کرتے،دوبارہ اس کی جانب نہ دیکھنے کا تہیہ کرتے،وہ ساتھ بیٹھی لڑکی کی جانب متوجہ ہو گئی۔دھیان بٹانے کے لیے،وہ ساتھ بیٹھی لڑکی کرن،جو کہ اس کی ڈوم میٹ بھی تھی،اس سے سوال ڈسکس کر رہی تھی۔ٹائم ختم ہوا تو سب چیزیں سمیٹتے ،جانے لگے۔

عام دنوں کی نسبت آج اس کی انداز میں عجلت تھی۔کمرہ لمحوں میں خالی ہو رہا تھا،اور آج وہ بھی دیگر طلبہ کے ساتھ،روپوش ہو جانا چاہتی تھی۔جلدی جلدی چیزیں سمیٹتے،بیگ کندھے

پر ڈالتے، نوٹس ہاتھ میں پکڑے، وہ جانے کے لیے دروازے کی جانب بڑھی۔ لیکن راستے میں کوئی ایستادہ تھا۔

نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ہی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا، زاویان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ تاثرات پر قابو پاتے، بمشکل خود کو سنبھالتے، اس نے مقابل کے کھڑا ہونے کی وجہ جاننی چاہی۔

ایکسکیوزمی! مارے ضبط کے اب یہی کہہ سکتی تھی۔ ایک تو مقابل کا قدم اتنا لمبا کے سر اٹھا کر دیکھنا پڑے، دوسرا اب وہ مسکراتی نگاہوں سے دیکھ بھی رہا تھا۔ مقابل کا راستہ میں کھڑا ہونا، اور مسکرانا دونوں ہی بوکھلاہٹ کا باعث تھے۔

اس کے کھڑے ہونے کی وجہ بھی اچھی طرح سمجھ آ رہی تھی اسے۔ سوچ سوچ کر خوش ہو رہا ہو گا کہ وہ بھی دوسری لڑکیوں کی طرح اس سے مرعوب ہو کر اسے تار تار رہی تھی۔ یہ سوچتے ہوئے دل ہی دل میں خوب سارا چیخی لیکن چہرے کے تاثرات کو سپاٹ رکھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" اسے تو جیسے بات کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

"سوری! میں آپ کی بات سمجھی نہیں۔" خالص انگریزی میں بات کرتے وہ اردو زبان سمجھنے سے صاف مکر گئی۔ دل کے کسی کونے میں حب الوطنی کا کیڑا کاٹا، کہ ڈوب مرو، قومی زبان سے مکر رہی ہوں، لیکن قومی زبان کا علم بلند کیے، وہ اپنے جھنڈے نہیں لگوا سکتی تھی۔ اس کے انکار پر مقابل کی مسکراہٹ گہری ہو گئی جسے بڑی مہارت سے چھپایا گیا۔

"اچھاااااااااا! اس دن تو آپ اور آپ کی دوست غالباً اردو میں ہی بات کر رہی تھیں۔" اس کا اچھا ضرورت سے زیادہ لمبا تھا اور حنانہ کو لگا وہ گونگی ہو گئی ہے۔

بے ساختہ دو دن پہلے ہونے والی، گفتگو یاد آئی۔ وہ اور ماہم کینٹین میں بیٹھی سینڈوچ کھا رہی تھیں۔ ماہم اسے کلاس کا کوئی قصہ سنا رہی تھی جب قریب سے زاویان گزرا، اور ہمیشہ کی طرح ماہم کا مرکز گفتگو بنا تھا۔

"یار! میں جب بھی اسے دیکھتی ہوں نا، میرے ذہن کے بیک گراؤنڈ میں یہ گانا بجنے لگتا ہے؟"

"کون سا گانا؟" گانا سننے وہ آگے ہوئی۔

"ارے یار وہی گینگسٹر وائف والا۔ نام بتاتے اس نے باقاعدہ ایک مصرع بھی گنگنا دیا۔

کھانا روک کر دونوں ہاتھ اٹھا کر، حنانہ نے اسے لعنت سے نوازا تھا۔اس کے عظیم خیالات اور جذبات سن کے وہ واقعی بدمزہ ہوئی تھی۔

"تم مین نا کوئی فیلنگ ہی نہیں ہیں۔ تم نہیں سمجھو گی۔ شرمندہ ہونے کے بجائے، وہ الٹا اسے سنا رہی تھی۔

"اچھا زیادہ بکواس نہیں کرو۔اس نے ماہم کو گھڑکا۔ماہم شرافت سے موضوع بدلتے، اب اسے کلاس میں ہوا کوئی قصہ سنا رہی تھی۔ایک ہفتہ پہلے کا منظر یاد کرتے اس کی آنکھوں کے آگے تارے آگئے۔

اب پتہ نہیں کم بخت نے کتنی گفتگو سنی تھی۔لیکن حنانہ کو پورا یقین تھا کہ زیادہ سے زیادہ، وہ اس کی کلاس والا قصہ ہی سنا ہو گا، ساری بات نہیں سنی ہو گی۔ سوجم کر گردن اکڑا کر کھڑی ہو گئی۔

"جی کر رہے تھے اردو میں بات! اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اب ہم اجنبیوں سے اردو میں بات کرنے لگ جائیں۔" بغیر شرمندہ ہوئے، اب کی بار سہولت سے اردو میں جواب دیا گیا۔ ایک لمحے کے لیے مقابل واقعی بہت متاثر ہوا تھا اس کے موقف سے۔

"یہ قوانین کب شائع ہوئے کہ اجنبیوں سے اردو میں بات نہیں کر سکتے؟ وہ اب اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔ اور رہی بات اجنبیوں کی تو، خیر سے ہم کلاس فیلو ہیں، اجنبی تھوڑی۔ کچھ دن گفتگو کریں گے تو ہم واقف کار بھی بن جائیں گے۔" اب وہ شوخہ ہو رہا تھا۔

دیکھیں مسٹر زاویان میں آپ سے بات کرنے میں ذرا سی بھی انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔ امید ہے آپ اس بات کو کنسیڈر کرتے ہوئے مجھے راستہ دیں گے۔ سگما گرل بننے کے چکروں میں، وہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہیں، بلکہ اپنا پاؤں ہی کلہاڑی پر مار چکی تھی۔

"اوہ! آپ کو تو میرا نام بھی معلوم ہے۔ اب بھلا کہاں اجنبیت رہی۔" دوسری طرف خوشی کی خوشی تھی۔

Clubb of Quality Content

ارے زاویان بیٹا! تم کیا جانو؟ صرف تمہارا نام ہی نہیں۔ تمہارے باپ دادا سب کا نام جانتی ہوں۔ بلکہ پچھلے چند دنوں سے ہمارا موضوع گفتگو ہی تم ہو۔ اس نے دل میں سوچا۔ مگر جب بولی تو صرف اتنا۔

"میرے خیال سے ہم کلاس فیلو ہیں۔ لہذا نام جاننا کوئی بڑی بات نہیں۔ اپنی غلطی کو چھپاتے ہوئے راستہ بناتے وہ بولی۔"

یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ ہم اجنبی نہیں بلکہ کلاس فیلوز ہیں! حنانا مصطفی قریشی۔ صاف جتاتا انداز کہ صرف تم ہی نہیں، میں بھی تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔

"آپ میرا پورا نام کیسے جانتے ہیں؟ اب کم از کم یہ کہہ کر وہ اپنی سابقہ بات پر پانی نہیں پھیر سکتی تھی۔ لہذا جواب دیے بغیر، کلاس سے نکل گئے۔ ڈیپارٹمنٹ سے نکلتے، اس نے رک کر سانس بحال کیا۔ اور پہلی فرصت میں ماہم کو جالیا۔

"اور چلاؤ زبان۔ اور کرو گل افشانیاں۔"

ہاتھ میں تھامی فائل سے اسے پیٹتے کوسنے دے رہی تھی۔

دماغ چل گیا ہے کیا؟ مجھے کیوں مار رہی ہو۔ جان سے مارنے کا ارادہ ہے کیا۔ بے وقت کی مار اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

[تمہارا وہ کچھ لگتا زاویان! تمہاری وہ گل افشانی سن چکا ہے۔" ماہم کی سماعتوں پر بم گرایا گیا۔ مارے صدمے کے ماہم تو سٹل ہی ہو گی۔

"ہائے! نہ کرو میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔ کون سے والی سن لی۔ مین تو اس کے بارے میں بڑا کچھ کہتی رہی ہوں۔ وہ واقعی پریشان تھی۔

"مرو نہیں۔ آدھی بات سنی تھی اس نے تمہاری، اس دن کینٹین والی۔ شکر ہے تمہارے گانے سے وہ مستفید نہیں ہوا تھا۔ آئندہ ذرا تھوڑا لحاظ کر لینا۔ مہربانی ہو گی۔" ماہم کے تاثرات دیکھ کر اسے پوری بات بتانی پڑی، وگرنہ ارادہ تو اسے خوب سارا ستانے کا تھا۔

"ہائے! مار مار کر کندھا توڑ دیا میرا۔ ہاتھ ہے یا ہتھوڑا۔ ادھر دکھاؤ ناذرا۔" پوری بات سننے کے بعد اب وہ اس کا ہاتھ تھامے باقاعدہ معائنہ کر رہی تھی۔

"اسے کہتے ہیں مرد کا ہاتھ۔"

پتہ نہیں کیا سوچ کر تشبیہ دی تھی۔ مگر حنانہ کو ایک آنکھ نہ بھائی۔

"پرے ہٹو۔ آؤ کچھ کھا کر آتے ہیں۔ اب وہ اس کا ہاتھ تھامے میں اسے کینٹین کی جانب لے جا رہی تھی۔ اتنی مار کھانے کے بعد اب ایک اچھے کھانے کی مستحق تو وہ تھی ہی!

حالیہ قتل، گزشتہ تحقیقات، اور موجودہ حالات کو دیکھتے، ازلان نے ممکنہ خطرات سے بچنے کے لیے، اپنگ سیفٹی کے نام سے، تین روزہ آگاہی ویب بنار، عوامی جگہوں اور یونیورسٹی میں کروانے کا فیصلہ کیا۔ موجودہ حالات کو دیکھتے، عوام کو آگاہ کرنے کے لیے، کمانڈر کی طرف سے اجازت دے دی گئی تھی جنگل کے بارے میں ضروری معلومات، جنگل میں پھنس جانے کی صورت میں سروائیول کے لیے ضروری اقدامات، اور خود کو کسی خطرناک حالت میں ڈالنے سے بچنے کے لیے ہدایات، اس آگاہی ویب نار میں شامل تھیں۔ مشن اپنگ اس کے لیے مشکلات لایا تھا، اور مشکلات سے وہ آج تک نہیں گھبرایا تھا۔ پوسٹ مارٹم کے مطابق، جنگل سے ملنے والی 22 سالہ دعا الطاہر کی موت گردن پر لگنے والے پانچ پہ در پہ واروں کی وجہ سے ہوئی تھی۔ سینے کے زخم کافی گہرے تھے لیکن وہ موت کی وجہ نہیں تھے۔ کیونکہ وہ وار مرنے کے بعد کیے گئے تھے۔ 22 سالہ دعا الطاہر کا تعلق بنگلہ دیش سے تھا۔ اور وہ دو

سال قبل، سٹڈی ویزا پر لندن پڑھنے آئی تھی۔ پارٹ ٹائم میں وہ ایک آفس میں کام کرتی تھی۔ اور پچھلے چار دنوں سے لاپتہ تھی۔

سر اس لڑکی کے لواحقین سے ملنے والی معلومات بھی ناکافی ہے۔ اس سلسلہ وار قتل کی ترتیب اور وجہ سمجھ نہیں آرہی۔ اس کی یونیورسٹی فیلو اور ڈوم میٹ سے بھی پوچھا ہے۔ کسی کو کوئی خاص بات معلوم نہیں۔ آخری بار، سب سے اس کی بات اور ملاقات، قتل سے تقریباً چار دن پہلے ہوئی تھی۔ کلارا قدرے الجھی ہوئی تھی۔

کس یونیورسٹی میں پڑھتی تھی یہ لڑکی! ازلان جیسے کسی نتیجے میں پہنچا۔

"کوین میری یونیورسٹی"۔ سکرین پر نظر جمائے ہی اروند نے جواب دیا۔

اس کی آنکھیں چمکیں۔ اروند کو اٹھنے کا اشارہ کرتے، اب وہ خود سکرین کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس کی انگلیاں کی بورڈ پر متحرک تھی۔ اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ، ان سب کی انکھیں مزید کھلتی جارہی تھیں۔ اب تک قتل ہونے والی تمام عورتوں کا تعلق، کوین ویری یونیورسٹی سے تھا۔ وہ یونیورسٹی میں، کبھی نہ کبھی منسلک رہی تھی۔ سرافینا (دوسری مقتولہ) اور دعا

الطاہر (حالیہ مقتولہ) دونوں سٹوڈنٹس تھی، جبکہ باقی پانچ چار، یونیورسٹی میں مختلف ڈیپارٹمنٹ میں مختلف عہدوں پر تھی۔

"ہمارا فیصلہ صحیح تھا۔ کوین میری یونیورسٹی، اپینگ فارسٹ اور سلسلہ وار قتل، یہ تمام ایک ہی پہیلی کے ٹکڑے ہیں۔"

"سر! لیکن ان کی اموات، مختلف وقفوں کے ساتھ ہوئی ہیں۔ کوئی خاص وقفہ یا تاریخ قابل غور نہیں ہے۔" وہ ایک دوسرے کے خیالات کو آواز دے رہی تھی۔ ایک بات تو طے تھی کہ اس سارے معاملے کی جڑ اپینگ نامی جنگل میں ہے، لیکن وہ جڑ ہے کیا؟ یہ کسی کو نہیں معلوم تھا۔ کلارا اور ارون کی گفتگو سے بے نیاز، اذلان کچھ سرچ کر رہا تھا۔ چند آخری بٹن دبا کر وہ اٹھا، اور پرنٹر کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ زوں زوں کی آواز کے ساتھ، پرنٹر نے چند سفید کاغذ باہر نکالے، جنہیں وہ اپنی فائل میں جوڑتے، اب ارونڈ کو، پلان میں ہونے والی تبدیلیوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔

"باقی تمام سیمینارز کو کینسل کرو، ہم صرف ایک ہی تین روزہ سیمینار کریں گے، جو کہ کوین میری یونیورسٹی میں ہو گا۔ ہم یہ تو نہیں جانتے کہ اپینگ فارسٹ اور کوین میری

یونیورسٹی میں کیا تعلق ہے۔ لیکن ہم یہ تو جانتے ہیں کہ تمام قتل اس جنگل میں ہوئے ہیں، اور مقتولین کا تعلق کہیں نہ کہیں کوئین میری یونیورسٹی سے رہا ہے۔ تو بس، ہم اسی بات کو ہتھیار بنائیں گے۔ ہمیں بس اگلا قتل ہونے سے روکنا ہے، اور اگر ہم نے اگلا قتل ہونے سے روک لیا تو ہم اس کیس کا، ایک چوتھائی حصہ حل کر لیں گے۔" ان دونوں کی نسبت ازلان پر سکون تھا۔ کمانڈنگ آفیسر جارج سے کہہ کر وہ، اپینگ فاریسٹ اور اس کے ارد گرد ملحقہ سڑکوں پر بھاری نفری تعینات کروا چکا تھا۔ کوئی گاڑی بغیر چیکنگ کے نہیں گزر سکتی تھی ۔ان کو اپنے عمل سے آگاہ کرتے وہ سیمینار کے نکات ترتیب دے رہا تھا۔

"کل کا سیمینار بہت ضروری ہے اروند۔ کیس کی اگلی پیش رفت اسی سے جڑی ہے۔ کل کا دن ہمارے لیے بہت اہم ہونے والا ہے۔" مگر ازلان کے یہ معلوم نہیں تھا، کہ یہ دن اس کی زندگی میں، اس کی سوچ سے بھی زیادہ اہم ہونے والا ہے۔

وائٹ چیپل اور شارٹیچ کے درمیان، لندن کے شمال مشرق میں واقع، باریک کلین، سیاحتی نقطہ نظر سے، آج بھی باکمال تھی۔ بریک لین۔۔۔۔۔ وہ جگہ جہاں کھانا، روایت، ثقافت،

آرٹ، موسیقی اور لوگوں کا ہجوم، ہمہ وقت آپ کا منتظر رہے۔ پاکستانی، بھارتی، بنگلہ دیشی روایتی کھانوں اور بین الاقوامی کھانوں کا گڑھ، یہ جگہ کھانے کی دیوانوں کے لیے خزانہ تھی۔ جگہ جگہ فوڈ سٹالز، ریستوران اور ثقافتی چیزوں کے سٹالز کے ساتھ، یہ جگہ دل فریب تھی۔ یہاں عورتوں کی آنکھیں اور بٹوے دونوں کھل جاتے تھے۔ شام کے وقت سٹریٹ شوز کے فنکار جگہ جگہ بیٹھے، موسیقی کی دھنیں بکھیرتے، لوگوں کو مسحور کرتے تھے۔ شام کا وقت، دکانوں کی جلتی تیز روشنیاں، فضا میں بکھری موسیقی کی دھن اور ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے منظر میں گم ہوتی، وہ دونوں لڑکیاں۔

"ہر آسماں سے اونچی، سمندروں سے گہری، یہ نمبر ون یاری ہے۔۔۔۔۔ یہ نمبر ون یاری ہے" موسیقی کی مدھم تھاپ پر، وہ دونوں گنگنا رہی تھیں۔

نغمہ گاتی، وہ بریک لین کی رنگینیوں میں گم تھیں۔ سکرٹ شرٹ کے ساتھ، کالے گھنے بالوں میں ہاف پونی بنائے، گلے میں مفرل کے انداز میں سٹالر لیے، حنانہ اپنے ساتھ، بلیک اور بیج کمبینیشن کی پینٹ شرٹ پہنے، ماہم کو سن رہی تھی۔ موضوع گفتگو ماہم کے ٹیچر تھے، اور فل وقت وہ شد و مد سے انہیں کوس رہی تھی۔ ہاتھ میں تھامی آئس کریم کے بائٹس لیتی

حنانہ اس کی باتوں پر ہنستی جا رہی تھی۔ منظر مکمل تھا، دل ہلکے تھے اور آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ وہ دونوں اب ایک اوپن ایئر جگہ، بنچوں پر بیٹھ رہی تھی۔ مختلف پودوں کے درمیان، پیلی میزوں اور بینچوں پر بیٹھی، وہ دونوں اپنے ارد گرد کے ماحول کو دیکھ رہی تھیں۔ سڑک کے بائیں جانب، سٹریٹ پولز کی روشنی تلے، بنچوں پر بیٹھی تھیں جبکہ، دائیں جانب، مختلف مہنگے پاکستانی بنگلہ دیشی اور اطالوی ریسٹورنٹ جو اپنی مالیت خود بتاتے تھے، ان کے خاموش سامع تھے۔ وہ لوگ آجا رہے تھے۔ کچھ جوڑے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے واک کر رہے تھے، اور ہر طرف گہما گہمی تھی۔

بائیں جانب کے الیٹ کلاس ریستوران میں سے، ایک بلیک تھیم کے، مدھم روشنی والے پر فسوں ریسٹورنٹ کی گلاس وال کے اس پار، اسے وہ دکھا۔ تھری پیس میں ملبوس، ارد گرد سے بے نیاز، فون پر کسی سے گفتگو کرتا، وہ ماحول پہ اپنا اثر چھوڑ رہا تھا۔ ماہم نے ایک نظر اسے دیکھا تو تھم گئی۔ ماحول یکسر بدل گیا۔ فضا میں مدھم موسیقی کی دھنیں چلنے لگی، روشنی پر فسوں انداز میں مدھم ہو گئیں، ارد گرد سب کچھ دھندلا ہو گیا اور سارے منظر پر وہ واضح ہو گیا۔ وقت کی رفتار مدھم ہو گئی، اور آسمان پہ کھڑا چاند زیادہ بڑا ہو گیا۔ دل جو عموماً معمول میں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دھڑکتا تھا،آج معمول کی رفتار سے زیادہ دھڑکنے لگا۔ایک لمحے میں سب کچھ بدل گیا۔ بریک لین ہجوم سے بھرا ہونے کے باوجود، کسی کے لیے خالی ہو گیا۔سب لوگ منظر عام سے ہٹ گئے اور ایک شخص، بصارت کے ساتھ ساتھ، ذہن و دل کے نقشے پر واضح ہو گیا۔

"ماہم! وہ دیکھو وہ تمہارا Bugatti والا کرش، زاویان،۔حنانہ کی نظر پڑی، تو ماہم کو بھی آگاہ کر دیا اس بات سے بے خبر، کہ وہ اسے دیکھ چکی ہے، اور تب سے اسے ہی دیکھ رہی ہے۔ بات کرتے کرتے زاویان نے سر اٹھایا اور کی نظر شیشے کے ساتھ کھڑے ایک بچے پر پڑی، جو حسرت بھری نگاہوں سے اندر جھانک رہا تھا۔

بچے کی ماں اپنے فوڈ سٹال پر، گاہکوں کے ساتھ مصروف تھی۔ایک لمحے کے لیے زاویان رک گیا۔اس کی آنکھوں میں کچھ ابھرا، اور پھر اس نے فون کال پر توقف کرتے، والٹ سے کافی نوٹ نکالے۔ پیچھے کھڑے گارڈ کو اشارے سے پاس بلایا اور وہ ڈھیروں نوٹ بچے کو دینے کا اشارہ کرتے، دوبارہ سے کال پہ مصروف ہو گیا۔گارڈ نے بچے کو نوٹ دیے، تو بچہ مشکور نظروں سے زاویان کو دیکھتے، مسکرا اٹھا۔

جواباً زاویان نے، ایک بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ کیا۔ اور اس کے اس عمل نے، دو دلوں پر مختلف انداز سے اثر کیا۔ حنانہ اور ماہم نے ایک دوسرے کو، ایک حیران ستائشی نظر سے دیکھا۔ دور سے دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ نوٹ کافی سارے ہیں، اتنے کہ اگر وہ بچہ، لائن میں موجود تمام ریسٹورنٹ سے بھی کھانا کھاتا، تو ختم نہ ہوتے۔ پاس کسی موسیقار نے کوئی گانا شروع کیا تھا اور حنانہ نے اس کی توجہ، اس کی طرف مبذول کروائی۔ اس کے ہوتے، کسی اور چیز کو دیکھنا، کافی مشکل تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے خود کو موسیقار کی طرف متوجہ کر لیا۔ لوگ گلوکار کو سرار رہے تھے، ویڈیوز بنا رہے تھے، پیسے دے رہے تھے۔ لیکن اس کا دماغ، اس منظر سے یکسر غائب تھا۔ گانا ختم ہوا تو وہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ دونوں گانے کو ڈسکس کرتے، اب بریک لائن سے باہر جا رہی تھیں، اس بات سے بے خبر، کہ ان میں سے ایک شخص، اپنے دل کا ایک حصہ، بریک لین میں ہی چھوڑ آیا ہے۔

اور یہ بات میں لکھ کے دے سکتی، وہ شخص، وہ ہرگز نہیں جو تم لوگ سوچ رہے ہو۔

مین اڈیٹوریم ہال اس وقت سٹوڈنٹ سے، کھچا کھچ بھرا تھا۔تاحد نگاہ، خلق ہی خلق تھی۔
لکڑی کے بنے سٹیج کی عقبی دیوار پر، بڑا بڑا انگریزی جلی حروف میں Epping
Safety and Awareness Seminar درج تھا۔سٹوڈنٹ
مسلسل آرہے تھے اور نشستیں بھرتی جارہی تھیں۔ساتویں قطار کی نسبتاً کونے والی دو نشستیں انھیں ملی تھیں۔ایک ساتھ بیٹھے، ارد گرد سے بے نیاز وہ دونوں باتوں میں مشغول تھیں۔
سیمینار کا صبح ہی بتایا گیا تھا۔اور ماہم حنانہ کے ساتھ بیٹھنے کے لیے تب ہی سے بے چین تھی۔
ایک سینیئر کی مدد سے دونوں کو نسبتاً آگے اور ایک ساتھ جگہ مل گئی تھی وگرنہ کچھ لوگوں کو تو سرے سے بیٹھنے کی جگہ ملی ہی نہیں تھی۔ماہم کی بات کو دلچسپی سے سنتے، وہ مسکرا رہی تھی، جس وقت مہمان خصوصی کی آمد پر، تمام لوگ کھڑے ہوئے۔

میزبان نے آئے ہوئے افسران اور مہمان خصوصی کا تعارف کرواتے، حاضرین کے کھڑے ہوے کا شکریہ ادا کیا۔اس کے بعد سیمینار کی وجہ اور اہمیت بیان کی، جسے بڑے تحمل کے ساتھ ماہم نے بمشکل سنا۔

"خواتین و حضرات! ہمارے ساتھ کرائم انویسٹیگیشن ڈیپارٹمنٹ کے سینیئر افسران موجود ہیں، جو ہمیں حالیہ کیس مشن ایپنگ کے بارے میں معلومات دیں گے، اور جنگل کے بارے میں آگاہی، اور سروائیول کے لیے ضروری ہدایات سے نوازیں گیں۔آپ کی بھرپور تالیوں میں سیمینار کے آغاز کے لیے ہم کرائم انویسٹیگیشن ڈیپارٹمنٹ سے انسپیکٹر اروند کو دعوت دیتے ہیں! برٹش لب ولہجے میں تعارف کرواتے، میزبان نے انسپیکٹر کو مدعو کیا تھا اور حال کی روشنیوں کی زد میں ایک، نوجوا ڈائس کی جانب بڑھتا دکھائی دیا۔

"Good Morning Ladies and Gentlemen!I'm inspector Arvind Mehra and I am....."

وہ مزید بھی کچھ کہہ رہا تھا لیکن ماہم کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

"چچ چچ! افسوس! یار مجھے نہیں پتہ، مجھے انسپیکٹر دیا اور ابھی جیت، زیادہ پسند تھے۔انھیں کیوں نکالا ہے؟ انسپیکٹر اروند سے وہ والی وائب نہیں آرہی۔" بات کی نوعیت اور سنجیدگی کی پرواہ کیے بغیر، اس کے اپنے غم تھے۔""چپ کر جاؤ، بے وقوف! وہ ڈرامے کے کردار تھے یہ حقیقی افسران ہیں۔

"جو بھی ہے مجھے نہیں پتہ۔نا مجھے یہ انسپیکٹر پسند ہے اور نہ ہی میں نے اس کی بات سننی ہے۔" منہ پھلاتے وہ اس کی بات سننے کی بجائے اپنی دنیا میں مگن تھی۔

کبھی کوئی لطیفہ سنا دیتی، کبھی کسی پہ تبصرہ کر دیتی۔نہ خود کچھ سن رہی تھی نہ اسے سننے دے رہی تھی۔اروند کی بات ختم ہو چکی تھی اور میزبان اب مہمان خصوصی کو سٹیج پہ آنے کی دعوت دے رہا تھا۔میزبان کے مہمان خصوصی کو دعوت دیتے پورا حال تالیوں سے گونج اٹھا اور روشنیوں کی تقلید میں، وہ چھ فٹ دو انچ اونچا مرد ڈائس کی جانب جاتا دکھائی دیا۔پورے ہال کی بتیاں جگمگا اٹھیں۔جاگی تو کسی کی قسمت بھی تھی، پر خیر! اپنی پوری شان اور وجاہت کے ساتھ، وہ گفتگو کے لیے تیار تھا۔وہ سامعین کو محض، ایک کڑی نگاہ سے خاموش کروانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

ایسا حسین انویسٹیگیٹر ہو، تو میں تو اپنے ناکردہ جرائم کا بھی اعتراف کر لوں۔" آہ! ماہم اور اس کے خیالات۔

"السلام علیکم! اینڈ گڈ مارننگ۔دس از ڈی سی آئی، ازلان جہانزیب۔۔۔۔۔۔

"وعلیکم السلام ازلان! ڈارلنگ کیسے ہو؟ یہاں تک پہنچنے میں دقت تو نہیں ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج تک کوئی حسین لڑکا ماہم کی نگاہ سے بچ نہیں پایا تھا۔واحد ازلان تھا جس کا تعارف ماہم نے بغیر تبصرے کے سنا تھا اور حنانہ کو بھی سننے دیا تھا مگر اب وہ مزید خود کو تبصرے سے روک نہیں سکتی تھی۔وہ ٹھہر ٹھہر کر، سنجیدہ برٹش لہجے میں بول رہا تھا۔اور لوگ کسی تابعدار معتقد کی طرح اسے سن رہے تھے۔وہ بولتا تھا تو اسے سننے کا دل چاہتا تھا۔'

'گزشتہ چھ ماہ میں ایپنگ فورس سے ملنے والی چھے لاشوں سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"حنانہ سن! اللہ خیر کرے۔لمحۂ فکریہ ہے۔یہ ہمارا پہلا سیمینار ہے،آجا کر اگر سیمینار ہوا ہی ہے تو،وہ بھی قتل پر۔۔مجھے تو کسی کرائم تھرلر مووی کے فرسٹ سین والی فیلنگ آرہی ہے۔جس میں قدرت دو متاثرہ ہیروئن کو آنے والے وقت کا اشارہ دے رہی ہوتی ہے۔(اور کیا معلوم یہ واقعی ان دونوں کے لیے کوئی اشارہ ہو؟) مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے ہم دونوں کسی کرائم تھرلر مووی کی، وہ متاثرہ ہیروئن ہوں جو فلم کے شروع میں ہی مر جاتی ہیں۔ویسے اللہ نہ کرے کہ ہمیں کچھ ہو۔لیکن اگر مجھے کچھ ہوا اور میں مر گئی تو یقین مانو، میں تو بھوت بن کر لوگوں کو ڈراؤں گی۔بہت سکوپ ہے اس فیلڈ میں۔میں نے سنا ہے انگریز اگر ایسا سچا واقعہ

ہو، تو اس پر مووی بنا دیتے ہیں۔ دیکھنا بس پھر میں کتنی مشہور ہوتی۔ پھر لوگ اینابل کی بجائے، ماں ہم بیل سے ڈریں گے۔ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ ماحول کو پراسرار بنانے کی ناکام کوشش کی گئی۔ سیمینار جائے بھاڑ میں۔ اس کا مستقبل تو ہر لحاظ سے طے تھا۔

"چپ کر جاؤ یا بے عزت ہو کر باہر نکلنے کا ارادہ ہے۔" اگلی نشستوں پر بیٹھنے کے باوجود زبان کو سکون نہیں تھا۔ پہلے کی باتیں اس نے ازلان کی نہیں سنی تھی لیکن اب ازلان ہدایات دے رہا تھا۔

"اگر آپ جنگل میں راستہ کھو جائیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔راستے کا تو پتہ نہیں، لیکن وہ اپنا فوکس ضرور کھو بیٹھا تھا۔ ساتویں لائن میں، کونے والی سیٹ پر، وہ کسی کی بات سنتی، دانت پیستے کچھ کہہ رہی تھی۔ اور ازلان کیا کہہ رہا تھا وہ یکسر بھول گیا۔ وہ کبھی اس طرح، اتنی اچانک، اس غیر متوقع جگہ پر اسے ملے گی۔ اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ وقت حال کے دریچوں سے نکلتے، ماضی میں داخل ہو گی اور ماضی میں جاتے وہ، پہلی ملاقات میں کھو گیا۔ پہلے قتل کی تحقیقات کے سلسلے میں وہ لاہور گیا تھا۔ اس کا پاکستان میں قیام محض چار دن کا تھا۔ اور اس کے ڈیڈ کے بچپن کے دوست، مبین جاوید، حال ہی میں، ملائشیا سے لوٹے تھے۔ مبین

صاحب نے سب دوستوں کی دعوت کی تھی،اور اپنے ابا کے ساتھ اسے آنے کی خصوصی تاکید کی تھی۔کام کی مصروفیت کے باعث وہ جانا نہیں چاہتا تھا،لیکن ڈیڈ اسے زبردستی لے گئے تھے۔ان کو جب سے ازلان کے گزشتہ کیس،مر روڈو،کی مقبولیت کا پتہ چلا تھا،وہ تب ہی سے اس سے ملنے کے متمنی تھے۔

لیکن پاکستان نہ آنے کی وجہ سے وہ تاحال ان سے مل نہ سکا تھا۔اب تھوڑے عرصے کے لیے ہی پاکستان آیا تھا اور بری طرح ڈیڈ کے قبضے میں آگیا تھا۔مجبوراً اسے ان کے ساتھ،اس شام ان کے دوست کے ہاں دعوت پر جانا پڑا تھا۔

ان کو گیسٹ روم میں بٹھایا گیا تھا،اور باقی مہمانوں کی نسبت،مبین صاحب سے گہری دوستی ہونے کے باعث،وہ اور ڈیڈ کچھ پہلے پہنچ گئے تھے۔دو ادھیڑ عمر،بچھڑے دوستوں کے درمیان وہ بیچارہ پھنس گیا تھا۔ان کے باتوں کے درمیان،ہوں ہاں میں سر ہلانے کے علاوہ،وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔سرونگ ڈرنکس دینے کے بعد،ملازمہ غلطی سے گیسٹ روم کا دروازہ کھلا چھوڑ گئی تھی۔تھی یہ ایک غلطی پر غلطی تھی بڑی حسین۔جس صوفے پر وہ بیٹھا تھا،اس کے سامنے دیوار پر،ایک کونے میں قدآور ائینہ رکھا تھا،جیسا عموماً پنٹرسٹ انسپائر قدآور شیشے

ہوتے ہیں۔ان کی بات سنتے،اچانک اس کی نظر شیشے میں گئی،جو اس وقت گیسٹ روم کے سامنے موجود آئینے اور بیسن کا عکس دکھا رہا تھا۔ایک لڑکی ہلکے آسمانی رنگ کے سوٹ میں، بالوں کا میسی سا جوڑا بنائے،دانت صاف کر رہی تھی۔لاشعوری طور پر وہ اسے دیکھنے لگا۔جس چیز نے اس کی توجہ کھینچی،وہ اس کا دانت صاف کرنے کا انداز تھا۔وہ برش کو دانتوں پر دائیں بائیں ہلانے کی بجائے، برش والے ہاتھ کو ساکت رکھے،منھ کو دائیں بائیں ہلاتے برش کر رہی تھی۔جس سے اس کے جوڑے میں بندھے،بال بھی ہلتے تھے۔ہر دو لمحوں بعد،وہ شیشے میں "چی" والے انداز میں،دانت دیکھتی، مسکراتی اور دوبارہ سے اپنا عمل شروع کر دیتی۔دانت صاف کرتے کرتے،اس لڑکی نے کب اس کے دل کا پتہ صاف کیا،اسے معلوم نہ ہو سکا۔صورتحال کافی دلچسپ تھی،اور وہ صوفے کے ریسٹ ارم پر کہنی ٹکائے،دائیں ہاتھ کی مٹھی ہونٹوں پر جمائے،اسے منہمک ہو کر دیکھ رہا تھا۔مٹھی کے نیچے اس کے دبے ہونٹ، کب سے مسکرا رہے تھے اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا۔وہ لڑکی منہ دھو کر،دروازے کے قریب سے گزری تو اس کے نقوش،اسے ازبر ہو گئے۔وہ جا چکی تھی،لیکن وہ ابھی بھی غیر آرادی طور پر آئینے میں ہی دیکھ رہا تھا۔مبین صاحب نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا،تو وہ ان کی بات سننے لگا۔البتہ وہ لڑکی اس کے ذہن میں،اپنی موجودگی چھوڑ گئی تھی۔وہ کرائم

انویسٹیگیشن ڈیپارٹمنٹ کا سب سے ذہین افسر، ازلان جہان زیب تھا۔اسے لوگ، اپنے جرائم سمیت ہمیشہ یاد رہتے تھے۔اور یہ لڑکی تو دل میں جگہ بنانے کے جرم کی مرتکب تھی ۔اسے تو وہ ساری زندگی نہیں بھولنے والا تھا۔ماضی کی ملاقات اس کے ذہن میں کوندی، لاشعوری طور پر وہ اس لڑکی کو دیکھتا رہا۔وہ اس کو دیکھنے میں اس قدر محو تھا کہ اپنی بات اور موجودگی سرے سے ہی بھول گیا۔اس کے اس اتنے لمبے توقف پر حال میں خاموشی چھا گئی۔ پیچھے کھڑا میزبان، اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے ہوش کی دنیا میں لایا۔اپنی بے خیالی کا ادراک ہوا تو بے ساختہ اسے شرمندگی ہوئی۔

دائیں بائیں سر ہلاتے اس نے خود کا مکمل ہوش دلائی۔اور ڈائس پہ رکھے صفحے پر لکھے نکات دیکھتے اپنی بات دوبارہ سے شروع کی۔جس سنجیدگی سے اس نے اپنا تعارف کروایا تھا، اور ابتدائی گفتگو کی تھی، اس کے برعکس اس وقت اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ ہونٹوں کی مسکراہٹ پہ قابو تھا، سو وہ چھپالی، البتہ آنکھوں کی مسکراہٹ کو وہ نہ چھپا سکا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

یقین مانو جس رفتار سے یہ اپنی بات بھولا ہے نا، بالکل اسی رفتار سے، مصیبت کے وقت میرا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔! لو بھلا! جو خود اپنی بات بھول گیا ہے، وہ ہمیں جنگل میں زندہ رہنے کا طریقہ خاک سکھائے گا۔! ماہم کی زبان کے جال سے کون بچے!

"اگر اپ جنگل میں راستہ کھو جائیں تو سب سے پہلی بات اپنے حواس قابو میں رکھیں۔(فل وقت اس کے اپنے حواس قابو میں نہیں ہیں وہ الگ بات ہے) جنگل سے لڑنا نہیں ہے بلکہ جنگل سے سمجھوتہ کرنا ہے، اور اس کی دی گئی علامات کو مد نظر رکھ کر اگلا قدم اٹھانا ہے۔ جی ہاں صحیح سنا آپ نے۔ جنگل قدرتی علامات دیتا ہے۔ بس آپ کو ان علامات کو سمجھنا آنا چاہیے۔ وہ حاضرین کو سکرین پر سلائیڈز کی صورت میں کچھ درختوں کی تصویریں، اور اپینگ فرسٹ کے کچھ مخصوص حصے دکھا رہا تھا۔

"اپینگ فاریسٹ، جنگلی نہیں ہے لیکن پراسرار، گھنا اور وسیع ہے۔ اور کسی کی جان لینے کے لیے جنگل کا خطرناک یا جنگلی ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس کی وسعت ہی کافی ہے۔ جنگل میں آنکھیں اور کان کھلے رکھنے ہیں۔ سب سے ضروری چیز، اگر آپ رات کے وقت جنگل میں بھٹکے ہیں، تو چلنے یا کسی بھی جگہ جانے سے پرہیز کریں۔ جہاں ہیں وہیں رک جائیں۔

رکنے کے لیے سب سے بہترین جگہ درختوں کا خالی تنا ہے۔ایسا درخت جو اندر سے خالی ہو۔ دوسرے لفظوں میں اسے کھوکھلا درخت کہہ سکتے ہیں۔"سکرین پر ایک درخت کی تصویر نمایاں ہوئی۔اونچا لمبا سرسبز اور قدیم درخت،اور تنے میں انسانی قد کے برابر سوراخ۔وہ اب زوم کر کے ویڈیو پلے کے ذریعے درخت کا تفصیلی جائزہ پیش کر رہا تھا۔

"جنگل میں گمشدگی کے دوران،ایسے درخت کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔آپ یہاں باسانی رات گزار سکتے ہیں۔اور سب سے بڑی بات،ان درختوں کے تنوں میں، کسی جانور یا مکوڑے کی موجودگی کا ڈر نہیں ہے۔تنے میں رات گزارتے، صبح کا انتظار کریں،اور دن کے وقت اپنی سمت تلاش کریں۔دوسری بات؛اگر آپ دن کے وقت کھو گئے ہیں تو دھوپ میں پڑنے والے سائے سے یا سورج سے راستے کا تعین کریں۔کوئی لمبی چھڑی شاخ، یا کوئی بھی لمبی چیز جو آپ کو دکھے اسے زمین میں گاڑھ دیں۔آپ چاہیں تو اپنے خود کے سائے سے بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔1510 منٹ انتظار کریں اور سائے کی حرکت کو نوٹ کریں۔ تھوڑی دیر بعد سایہ حرکت کرے گا۔اور اب اس کا سایہ ایک نئے مقام پر ہو گا۔اس نئے مقام پر نشان لگائیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ ہم جنگل میں گم ہوئے ہیں یا پکنک پر آئے ہیں، جو زمین پر نقش و نگار بنانا شروع کر دیں۔ حنانہ کی گھوڑیوں کی وجہ سے، چند لمحوں کے لیے سی گئی زبان کی گرہ، بالآخر دوبارہ کھلی۔

سورج کی طرف پیٹھ کریں اور آپ دیکھیں کہ سایہ کس طرف جا رہا ہے۔ سائے کے مطابق اپنی پوزیشن سمت کا اندازہ لگائیں۔ دوپہر کے وقت سایہ شمال میں ہوتا ہے۔ اگر آپ کھڑے ہیں اور سایہ آپ کے پیچھے کی جانب آ رہا ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی پشت بجانب شمال ہے۔ سائے کی جگہ سے الٹی سمت دیکھیں، وہی آپ کی سمت ہے۔ اس طرف چلنا شروع کر دی۔"

"مجھے تو آج تک کمپس یا فون سے شمال جنوب کا پتہ نہیں چلا۔ ایک خالی سوٹی سے سایہ دیکھ کے میں کیسے سمت کا تعین کروں گی۔ اگر اپنی پیمائش پہ میں نے شمال جنوب دریافت کیا، پھر میرا جنگل سے باہر آنا ناممکن ہے۔۔ ویسے بھی جنگل میں گم ہوتے ہی، میرے حواس بھی گم ہو جاتے ہیں۔ سمت تلاش کرنے کی نوبت آتی ہی نہیں۔ جب میرے حواس قابو میں نہیں رہیں گے، تو اس کی ہدایات مجھے کیسے یاد رہیں گیں۔ خود شناسی کا دورہ بڑی غلط جگہ پڑا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تو اندر ہی دفعہ ہو لینا۔ باہر آنے کی کیا ضرورت ہے۔؟ ویسے بھی تمہاری تو جنگل میں گم ہونے کی دیرینہ خواہش ہے۔۔آفیسر کی باتوں کے مطابق، اب تک کی تمام لاشیں سفید کپڑوں میں ملی ہے۔ تم سیریل کلر سے کہنا، مرنے سے پہلے تمہیں فل گھیروں والی فراک دے، دے۔ تھوڑا کپڑے کا خرچہ ہی زیادہ ہو گا۔ اب سیریل کلر ہے اتنا بجٹ تو اس کا ہو گا ہی۔ بال کھول کر، پورے گھیر والی فراک پہن کے، تم اپنی خواہش پوری کر لینا۔"

کیا خیال ہے؟ حنانہ نے مشورہ دیا۔

"کھانے کے لیے آپ، جنگلی نیلے بیر، بلو بیریز، کھا سکتے ہیں لیکن احتیاط رکھیے گا کہ پوری طرح پکی ہوں۔ کچی ہلکی مت کھایئے گا۔"

"مجھے تو آج تک امرود میں کیڑے نہیں ملے، بھرے جنگل میں، پکی بلو بیریز کہاں سے ملیں گی۔ جتنی rare میری قسمت ہے نا، میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ اگر میں کبھی جنگل میں گم ہو گئی، اول تو مجھے کھانے کو بلو بیری یا کچھ اور کھانے کو نہیں ملے گا۔ اور اگر کوئی کی ہوئی، نیکی کام آ بھی گئی اور بلو بیریز مل گئی، لکھوا لو مجھ سے، وہ کچی ہی ہوں گی۔ ویسے یہ پکی اور کچی بلو بیریز میں فرق کیسے کریں گے ہم؟۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حنانہ اس وقت کو کوس رہی تھی جب وہ اس کے ساتھ بیٹھی۔اس کی زبان تھی کہ بند ہونے کا نام نہیں تھی لے رہی۔

"آنکھیں ساتھ لے کر گم ہونا۔دماغ کی طرح کہیں پھینک کر گم نا، ناں ہو جانا۔دیکھ کر چیک کر لینا کچی ہیں یا پکی۔اور باقی ریسرچ جا کر، نیٹ سے کر لینا"۔حنانہ اس بار واقعی بہت سنجیدہ تھی ہدایات کے بارے میں۔

ازلان کی ایک ایک بات کو نہ صرف اس نے بلکہ ماہم نے بھی سنا تھا اور ایک ایک ہدایت کو ذہن میں محفوظ بھی کیا تھا یہ جانے بغیر کہ بہت جلد ان ہدایات کی انھیں ضرورت پڑنے والی ہے۔

Clubb of Quality Content

موسم کچھ حد تک خوشگوار، اور ٹھنڈک کا احساس ہر سو تھا۔کالے بادلوں کا آسمان پر راج تھا اور ہر زی روح جیسے آنے والی بارش کا منتظر تھا۔کچھ ذاتی کاموں کی بدولت وہ آفس آج لیٹ آیا تھا

اور اس کا سامنا پارکنگ میں ہی آصف سے ہو گیا تھا۔اس دن والے واقعے کے بعد سے آصف کی جانب سے مکمل خاموشی تھی۔بلیک کاٹن شرٹ اور کیمل سویٹ پینس کے ساتھ، کیپ سر پر لیے وہ گاڑی لاک کرتے باہر نکلا۔تھری پیس کے ساتھ سرخ ٹائی لگائے آصف، ایک شکاری کتے کا پٹا تھامے، پارکنگ لاٹ سے گزر رہا تھا۔تاحال اس نے ہادی کو نہیں دیکھا تھا۔

اس کے قدموں میں ٹھہراؤ جب کہ ہادی کے قدموں میں عجلت تھی۔تیز تیز قدم اٹھاتے ،وہ آصف کے برابر پہنچا اور اسے دیکھتے آصف بگڑے زاویوں کے ساتھ رک گیا۔کافی دنوں سے ان دونوں کی ملاقات نہیں ہوئی تھی، اور ہادی آصف کی، گیدڑ بھکیوں کو یاد کر رہا تھا۔

"ہیلو ڈیئر فراڈیا انسان! کہاں گم تھے اتنے دن! آواز میں وہ مٹھاس، کے شہد کیا چیز ہے۔اور یہ میچنگ میچنگ کرتے کہاں جانے کا ارادہ ہے! (اشارہ آصف کی سرخ ٹائی اور کتے کے لال پٹے کی جانب تھا)

"شٹ اپ اینڈ مائنڈ یور لینگووج۔" وہ جانتا تھا کہ اگر وہ خاموش رہے گا تو ہادی سر پر چڑھے گا۔

"اچھا وہ تو میں مائنڈ کر لوں گا۔ تم یہ بتاؤ۔ کہاں کا ارادہ ہے۔ ویسے یہ کتا بھونکتا بھی ہے کہ بس تمہاری طرح مفت کا مال ہی توڑتا ہے سارا دن۔" وہ شاید زیادہ دیر جینے کا متمنی نہیں تھا جبھی بے وقت اسے چڑا رہا تھا۔ کتے کو اپنے مالک کی بے عزتی بری لگی تھی تبھی وہ ہادی پر بھونکا۔

"واؤ! یہ تو بالکل تمہاری طرح بھونکتا ہے۔ سیم ٹو سیم۔ یو نو! غلط انسان کے سامنے۔" دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھے وہ جھکا اور تب ہی پٹے پر انگریزی زبان میں لکھا نام "ایلف" واضح ہوا۔ کتے نے اس پر جھپٹ کر حملہ کرنا چاہا، لیکن وہ بر وقت پیچھے ہو گیا۔

"واہ۔ یہ تو کاٹتا بھی ہے۔ دیکھ لو تمہارے پیچھے مجھے کاٹنے لگا تھا۔ یقین مانو تم سے زیادہ خوبیاں ہیں اس میں۔ یو نو وفاداری۔ تمہاری طرح صرف بھونکتا ہی نہیں ہے وقت پڑنے پر کاٹتا بھی ہے۔ ایک اور پلس پوائنٹ۔ ایم امپریسڈ! یہ تو تم سے مزید بازی لے گیا۔"

آصف کی بس ہوئی تھی،۔ اسے اپنے پورے جسم میں دہکتا ہوا لاوا محسوس ہوا۔ غصے سے، دائیں ہاتھ کا مکہ اس نے ہادی کے منہ پر دے مارا، جسے وہ بر وقت بائیں ہاتھ سے تھامتے، دائیں ہاتھ کا زور آور مکا، حملہ آور ـــ کے جبڑے پر مار چکا تھا۔ آصف نے جوابی وار کیا اور پیٹ میں

پڑنے والی ایک کاری ضرب کے ساتھ، وہ جھک گیا۔ منہ پر ہاتھ رکھے، وہ درد سے دہرا ہو گیا ۔ایک لمحے میں منہ میں خون کا ذائقہ گھل گیا۔ بات ہاتھا پائی پہ آ گئی تھی۔

"میں عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتا لیکن تم نے ہی مجھے مجبور کیا ہے۔" اس کے تاثرات ابھی تک پر سکون تھے، یوں جیسے ان دونوں کے درمیان ابھی ہاتھا پائی ہوئی ہی نہیں۔

"شٹ اپ۔" گال پر ہاتھ رکھے، وہ چیخا۔

بات تمہاری نسوانیت پہ آئی ہے تو تم کیسے چیخ رہے ہو۔ شکل تمہاری مردوں والی ہے، کام تمہارے عورتوں والے ہیں۔ تم ہو کیا آخر؟ ہمم! مرد ہو یا عورت۔ کیونکہ دونوں کی مکمل خوبی تو تمہارے اندر نہیں ہے۔"

گریبان سے پکڑتے اسے اپنے مقابل کیا، اور رازداری سے اس کے کان کے قریب منہ لے جاتے، سلسلہ کلام جوڑا۔

"اگر تم مرد بھی نہیں ہو؟ اور عورت بھی نہیں ہو؟ تو پھر کہیں تم! کوئی درمیان کی چیز تو نہیں۔ بائیں آنکھ ونک کرتے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا۔

بات اب اس کی مردانگی پہ آگئی تھی، سو مردانگی کا ڈھونگ رچانے کے لیے، وہ دوبارہ سے لپکا۔

ہادی نے آصف کا بازو مروڑا اور اس کی پشت سے لگاتے، اسے پاس پڑی گاڑی کے بونٹ پر منہ کے بل جھکا دیا۔ پشت سے لگے بازو، پر مزید زور ڈالتے، وہ مسلسل مزاحمت کرتے آصف کے کان کے قریب جھکا۔

"ابرش گل تو یاد ہو گی آپ کو آصف بھائی۔" یہ لفظ نہیں تھے، ایک صور تھا جو وہ آصف کے کانوں میں پھونک چکا تھا۔ وہ ماضی کے کس حصے کا گواہ تھا۔ ضبط سے ہادی کی رگ پھڑک اٹھی۔ نام لیتے وقت جو اذیت ہوئی، دل چاہا تھا کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

آصف کے مزاحمت کرتے ہاتھ رک گئے اور جسم ڈھیلا پر گیا۔ آصف کی موت، کسی دن ہادی کے ہاتھوں ہو گی۔ اسے معلوم تھا۔ سن ہوتے دماغ میں کے ساتھ، وہ وہیں کھڑا رہ گیا۔ ذہن میں ماضی، پوری شد و مد سے چل رہا تھا۔

ماضی؛

یہ منظر اسلام آباد کے ''ہیون'' نامی اولڈ ہوم، اور یتیم خانے کا تھا۔ اسلام آباد کا موسم ہمیشہ کی طرح خوشگوار تھا، لیکن ''ہیون'' کہ مکینوں کا دل ہمیشہ کی طرح بھاری اور اداس تھا۔ دنیا والوں نے جنہیں اپنانے سے انکار کر دیا تھا، وہ لوگ اس دنیا سے دور، اپنی دنیا میں، زندگی بسر کر رہے تھے۔ اگر تم یتیم خانے والے حصے کی جانب آؤ، تو تمہیں، ترتیب سے لگے بستروں میں سے ایک، نسبتاً کونے والے بستر سے، سات سالہ بچی کے رونے کی آوازیں سنائی دیں گی ۔بیڈ شیٹ مٹھیوں میں تھامے وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ ساتھ کے بیڈ پہ ایک بارہ سالہ لڑکا، نم آنکھوں سے روتی ہوئی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی شکل بتاتی تھی کہ وہ کسی بھی وقت رو دے گا

''۔مجھے نہیں جانا بازی!۔۔مجھے روک لو۔ تم تو میرے دوست ہو نا۔۔۔۔''

اور وہ بھی تو یہی چاہتا تھا کہ وہ نا جائے۔ لیکن بے بسی!۔۔۔۔۔۔

تم نہ روؤں۔ اللہ سب ٹھیک کرے گا۔'' اسے تسلی دیتے بچے کو معلوم نہیں تھا کہ اب سب ٹھیک کبھی نہیں ہو گا۔

چند ماہ بعد؛

سمسٹر بریک چل رہی تھی۔ڈیڑھ ماہ کی چھٹیاں تھیں اور کرنے کو کچھ نہیں تھا۔اسٹوڈنٹ اور ڈوم میٹ چھٹیاں گزارنے کے لیے ٹرپس پلان کر رہے تھے۔کچھ اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے۔اور کچھ دوسرے ممالک تفریح کے لیے جا چکے تھے۔سب کی کچھ نہ کچھ مصروفیات تھیں۔

"حنانہ سنو۔یار میں بور ہو رہی ہوں۔اب ہم کیا کریں۔ہم تو واپس بھی نہیں جا سکتے سال بعد ایک واپسی کی ٹکٹ ملنی ہے۔یااللہ۔۔۔۔۔۔۔۔میں کہاں جاؤں۔"ڈھیلے ڈھالے سے ٹراؤزر شرٹ میں، بالوں میں رج رج کے تیل لگا کر، منہ پر شیٹ ماسک چڑھائے،، سر بیڈ سے لٹکائے لیٹے ہوئے، ساتھ والے بیڈ پہ کام کرتی حنانہ کو دیکھ رہی تھی۔

"تو تم گھر والوں کو فون کرو کہ ٹکٹ کروا دیں۔تمہارے پاس واپس جانے کے وسائل ہیں۔تم چلی جاؤ۔"دوسری جانب فیاضی ہی فیاضی تھی۔ایسا گھٹیا مشورہ دینے کو تمہیں نہیں کہا۔اس کے مشورے نے شدید بدمزہ کیا تھا اسے۔حنانہ کو تین ہفتوں قبل آن لائن ٹائپ رائٹر کی جاب ملی تھی۔جگہ اور وقت کی کوئی بندش نہیں تھی۔اچھی خاصی تنخواہ تھی اور فلوقت وہ کام میں منہمک تھی۔ماہم نے البتہ جاب ڈھونڈنے کی زحمت نہیں کی تھی۔گھر سے ملنے والی

پاکٹ منی اور یونی کی اسکالر شپ، وہ دونوں ہاتھوں سے اڑاتی تھی۔ حنانہ نے تو مشورہ دے کے اس کا موڈ خراب کر دیا تھا اب وہ خود ہی کچھ کرنے کا سوچ رہی تھی۔ اچانک اس کے ذہن میں کچھ کوندا۔

آج کیا دن ہے؟ لیٹے لیٹے ہی پوچھا۔

"اتوار۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ آنکھیں چمک اٹھیں۔ ہاتھوں کے بل رینگتی وہ حنانہ کے سر پر جا پہنچی۔ لیپ ٹاپ ہاتھ مار کر بند کرتے، وہ اب اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بیٹھ چکی تھی۔

"بھلا آج کیا دن ہے۔ دونوں آنکھوں کو اچکاتے، ہونٹ بھینچے، پر جوش انداز میں دوبارہ سے پوچھا گیا۔

"اتوار۔"

ماہم حنانہ کو بغیر کچھ کہے، جواب طلب نظروں سے، دیکھتی رہی۔ جب کافی دیر بعد بھی، وہ گیس نہ کر سکی تو خود ہی بول اٹھی۔

آج اتوار ہے بھنگن! تو آج بریک لین میں سنڈے بازار لگا ہے۔" اس کی خوشی دیکھنے لائق تھی۔ سنڈے بازار نہ ہو گیا جنت الفردوس ہو گئی، جو جانے کے لیے وہ اتنی ایکسائٹڈ تھی۔

"بس اب جلدی جلدی ہاتھ پیر چلاؤ اور تیار ہو جاؤ۔ ہم اتوار بازار چلتے ہیں۔ میں ابھی ایک گھنٹے میں نہا کر آئی۔

"ایک گھنٹہ! آر یو سیریس؟ جتنی جلدی اسے جانے کی تھی اس کے مطابق بھی ایک گھنٹہ چاہیے تھا۔ حنانا کو بات ہضم نہیں ہوئی۔

"اچھا، بس آدھا گھنٹہ! نہانا ہے میں نے مذاق کر کے تھوڑی آنا ہے۔ وہ تو گیزر تھا، تو اتنی جلدی نہانے پہ راضی ہو گئی تھی۔ وگرنہ پورا ہفتہ تو اس کو، خود کو نہانے کے لیے منانے پہ لگ جاتے تھے۔

کبرڈ سے کپڑے نکالتے ساتھ ساتھ زبان کے جوہر بھی جاری تھے۔ کپڑے نکالتے اب واش روم جا رہی تھی۔ اس کو واش روم جاتا دیکھ کر حنانہ نے لیپ ٹاپ دوبارہ کھولا اور اور یہیں ماہم کی چنگھارتی ہوئی آواز آئی۔

"اس ماں کو ادھر ہی چھوڑ دو اور اٹھ کے تیار ہو جاؤ۔"

"اچھا بس دو منٹ۔" ماہم نے سر ہلایا اور غسل خانے داخل ہو گئی۔

دس منٹ گزرے کہ پھر سے ماہم کی ہدایات جاری ہو گئیں، بالآخر وہ کام چھوڑ کر اٹھ بیٹھی۔

الماری سے کپڑے اور چیزیں نکالتے وہ سلیکٹ کرنے لگی۔ دروازے پر دستک ہوئی اور دہلیز میں ایک چمکتی رنگت والی لڑکی ظاہر ہوئی۔

اس کو دیکھ کر حنانہ کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ آجاؤ مائرہ! بیٹھو۔ انگریزی میں خوش دلی سے کہتے ہوئے اس کے لیے جگہ بنانے لگی۔

"کیا حال ہیں؟ کیسے آنا ہوا۔

"میں ٹھیک ٹھاک آپ سنائیں۔ آپ کی وہ روم میٹ کہاں ہے۔

"وہ نہا رہی ہے۔ اور سناؤ کیا چل رہا ہے؟ چھٹیوں کا کیا پلان ہے؟

"میں تو دوستوں کے ساتھ پیرس جا رہی ہوں آپ لوگ بتائیں کیا پلان ہے۔ چھٹیاں کہاں گزارنے کا ارادہ ہے۔

"آاااااااا! ابھی تک کوئی پلان نہیں نا۔ ابھی ہم سوچ رہے ہیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اچھا! اگر کوئی پلان نہیں ہے تو آپ ہمارے ساتھ آجائیں کیا خیال ہے۔۔آپ کے قیام کے دوران رہائش اور کھانا میری طرف سے۔ میرے ڈیڈ، پیرس کے ہوٹل کے اونر ہیں اور آپ دونوں میرے ڈیڈ کے ہوٹل میں قیام کریں گی تو مجھے خوشی ہو گی۔

"آپ کی پیشکش کا شکریہ۔ لیکن ہم نہیں جا سکتے! وہ دراصل ہم لندن میں ہی چھٹیاں گزاریں گے کیونکہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"کیونکہ اس کا دماغ چل گیا ہے اس لیے۔ لیکن میرا بالکل ٹھیک ٹھاک ہے اور کام بھی کر رہا ہے۔آپ بس بتائیں کہ کہاں جانا ہے۔ پیرس میں۔"

اس نے پیرس جانے کی آفر کی تھی، ٹرپ کا خرچہ اٹھانے کا نہیں کہا تھا جو اتنی خوش ہو رہی تھی وہ۔ گیلے بالوں پر تولیہ باندھے، باتھ روب پہنے، ماہم عجلت میں بات کاٹتے بولی۔ نہاتے وقت اس نے بات سن لی تھی جبھی جلدی میں کپڑے پہننا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ اس کا حلیہ اور عجلت تو دیکھتے، کرن مسکرائی۔

"پیرس اوکرا کا پلان ہے ہمارا۔ دونوں کے تاثرات میں نا سمجھی تھی۔

"یہ پیرس کی ایک تقریب ہے۔لوگ رات کے وقت بال گاؤن پارٹی میں شامل ہوتے ہیں۔ کھانااور موسیقی سے لطف اندوز ہوتے ہیں،اس کے بعد خصوصی بال رقص پیش کیا جاتاہے۔کافی شاہی اور وینٹیج قسم کی تقریب ہوتی ہے۔آپ کو ضرور پسند آئے گی۔

اب ایسی ایلیٹ کلاس اور ہائی فائی پارٹی، ہم غریبوں کو نہیں پسند آئے گی تو کسے پسند آئے گی۔" ماہم نے یکلخت سوچا۔

"داخلے کے لیے پاس چاہیے ہوتاہے۔میں اور میری دوست انوائٹڈ ہیں۔اگر آپ دونوں کو چاہیے تو میں آپ دونوں کو بھی دلوا سکتی ہوں۔"

جتنی وہ امیر تھی لفظ ہائی کلاس اس کے منہ سے تو سجتا تھا۔اور وہ اس تقریب میں جاتی اچھی بھی لگتی ہے۔ماہم کو تقریب میں لے کے جانے کے لیے، تو لفظ ہائی کلاس ہی کافی تھا۔اب تو اوپر سے وینٹیج شاہی کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔اب اس تقریب میں جانے سے ماہم کو کون روک سکتا تھا۔حنانہ کو نئی فکر نے گھیرا۔

"تو کیا آپ چلیں گی ہمارے ساتھ؟اور بھی کافی دلچسپ مقامات ہیں پیرس میں۔ہم مل کر، انجوائے کریں گے۔

نہیں۔ہم جا کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حنانہ خرچے کا تخمینہ لگا چکی تھی تبھی سہولت سے انکار کرنے لگی۔

"جی جی بالکل۔ہم چلیں گے کیوں نہیں۔" بات کاٹنے کی کوشش کرتی حنانہ کے پیٹ میں کہنی مار کر اسے روکتے،ماہم نے حامی بھری۔

"مجھے خوشی ہو گی آپ لوگوں کو دعوت دے کر۔میں،اپنی دوست سے آپ دونوں کے انویٹیشن کا بھی کہہ دیتی ہوں۔

"۔جی جی۔بہت شکریہ۔ویسے کب ہے یہ اوکرا کی تقریب۔مطلب کتنے دن باقی ہیں ابھی؟(تاکہ حساب لگا سکوں کہ کپڑے مانگنے کے لیے کتنے دن ہیں۔)ماہم کی خوشی اخلاقی تو دیکھنے لائق تھی آج۔

تقریب تو تقریبا دس دن بعد ہے۔لیکن آپ ہمارے ساتھ کل ہی چلیں نا۔سب مل کر ہی چلتے ہیں زیادہ مزہ آئے گا۔آپ کہیں تو آپ کی فلائٹ بک کروا دوں۔جیب سے موبائل نکالتے ہو،وہ اب شاید فلائٹ بک کروانے لگی تھی۔

"نہیں۔نہیں۔" وہ تو باقاعدہ چیخ پڑی۔کرن کا بایاں ہاتھ بے ساختہ دل تک گیا۔

"نہیں معذرت۔ وہ دراصل ہمارے کچھ پلانز ہیں ابھی ہم بعد میں آئیں گے۔ کس منہ سے بتاتی کہ فلائٹ کے پیسے نہیں ہیں اس کے پاس۔ بائے روڈ دھکے کھاتے جائیں گے وہ لوگ۔ کچھ کام بھی نبٹانے ہیں ابھی۔ (جیسے کہ کپڑے مانگنا، حنانہ سے بے عزت ہونے کے بعد اسے ساتھ جانے کے لیے منانا، سفر کے لیے چندہ اکٹھا کرنا وغیرہ)"

ماہم نے زبردستی مسکراتے بات کا بھرم رکھنے کی کوشش کی۔

"اچھا چلیں، جیسا آپ کو مناسب لگے۔ میں چلتی ہوں۔ میں آپ لوگوں سے ٹرپ کے بابت ہی پوچھنے آئی تھی۔"

ارے کچھ دیر بیٹھتی تو سہی۔ وہی روایتی، رسمی سا جملہ۔

"نہیں کافی دیر ہو گئی ہے۔ ویسے بھی ابھی پیکنگ بھی کرنی ہے مجھے۔ کل کی فلائٹ ہے ہماری۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ماہم اور حنانہ مسکراتے ہوئے اسے دروازے تک چھوڑنے آئیں۔ جیسے ہی دروازہ بند ہوا۔ حنانہ کی مسکراہٹ سمٹ گئی، تاثرات سپاٹ ہو گئے اور اس نے ہونٹ بھینچ کر ماہم کو جالیا۔

”تمہیں کیا ضرورت تھی حامی بھرنے کی۔ پیسے ہیں تمہارے پاس عیاشیوں کے۔ ابھی نہ ناں روکتے ہم تو فلائیٹ بک کروا چکی ہوتی وہ۔ پھر چندا مانگ کر پیسے پورے کرنے تھے کیا تم نے۔؟

اتنے ری ایکشن کی تو اسے حنانہ سے توقع تھی لہذا خاموشی سے کھڑے ہو کے سنتی رہی۔

”اب تو تو چپ کرنا بھنگن! پہلے ہی مجھے کپڑوں کی ٹینشن ہے۔ کہ وینٹج ٹائپ بال گن ڈریس کہاں سے لیں گے؟

رحنانہ کا دماغ ہی گھوم گیا۔

”پیرس جانے کے پیسے ہیں؟ جو تم کپڑوں کا سوچ رہی ہو! پیدل جانا ہے کیا پیرس تم نے؟“

”حنانہ ڈارلنگ۔ پیرس تو ہم جائیں گے ہی۔ اور جائیں گے بھی بائے ائیر۔ بس بہن کے ہوتے تم ٹینشن نہ لو۔ اور اس بار تمہاری بہن تمہیں بزنس کلاس میں ٹریول کروائے گی۔“

Clubb of Quality Content!

اس نے سب کچھ شاید سوچ لیا تھا۔ بالوں سے تولیا کھولتے، گیلے بالوں کو دائیں بائیں جھٹکتے وہ پر عزم تھی۔

اچھاااااااا۔اور یہ بزنس کلاس میں سفر ہم کریں گے کیسے؟ حنانہ کو اس سے کسی اچھے کام کی امید نہیں تھی۔

"استغفر اللہ۔۔۔۔۔۔کتنا انڈر سٹیمیٹ کرتی ہو تم مجھے۔ایسا جگاڑ ڈھونڈا ہے نا تمہاری بہن نے۔ تم ابھی جانتی نہیں ہو مجھے۔اتنے ماہ یونیورسٹی میں جھک نہیں ماری میں نے۔ بڑے کام کے لوگوں سے دوستی کی ہے تمہاری بہن نے۔ فکر نہیں کرو۔ تم بس تیاری پکڑو جانے کی۔

" گلے میں باہیں ڈالتے، زور سے جھٹکا دیتے اس نے حنانہ کو ہلا کے رکھ دیا۔

"اچھا۔یہ تو وقت ہی بتائے گا کتنے پانی میں ہو تم۔اب ذرا کپڑے بدل لو مہربانی ہو گی۔

"اپنا آپ چھڑواتے، وہ اس سے علیحدہ ہوئی۔

اچھا میں ذرا فل نہا کے آتی ہوں۔ پھر تیار ہو کر چلتے ہیں سنڈے بازار۔ پھر میں تمہیں سارا پلان بھی سمجھاتی ہوں۔"

حنانہ اس کی بات کو پروسیس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پتہ نہیں یہ لڑکی اب کیا کرنے والی تھی۔

کتاب کے راز کی رات؛

رات پوری طرح پھیل چکی تھی, سناٹا ایسا, کہ لگے جیسے دنیا سے زندگی غائب ہو گئی ہو۔ اپنگ کا جنگل، اپنے اندر سیاہی سمیٹے، پوری شان سے پھیلا ہوا تھا۔ نہ کسی پرندے کی آواز تھی, نہ کسی ذی روح کا نشان۔ ایسے میں جنگل کے شمال کی جانب، درختوں کے ایک جھنڈ کے درمیان، تالاب کنارے، کوئی شخص زمین پر سفید سفوف کے مرکب سے بنائے گئے، پانچ تکونوں والے ستارے میں بیٹھا، ایک منتر پڑھ رہا تھا۔ ستارے کے کونوں پر موم بتیاں رکھی تھیں، جو لرزاں روشنی دیتے ہوئے، منظر کو خوفناک بنا رہی تھیں۔ ستارے کے درمیان میں ایک گول دائرہ بنا تھا، جس میں وہی پرانی نیلے جلد والی، ایک قدیم کتاب رکھی ہوئی تھی۔

زمین پر چاندی کا ایک پیالہ رکھا تھا، جس کے اندر کوئی عبارت نقش کی گئی تھی۔ پیالے میں گہرا سرخ مائع تھا۔ اور اگر تم انسانی خون کی بو کی پہچان رکھتے ہو تو تمہیں معلوم ہو، کہ وہ چھ انسانوں کا خون تھا۔۔۔۔۔۔، چھ مردہ عورتوں کا خون۔

کتاب کسی مخصوص صفحے پر کھلی تھی، کوئی نیا باب کھلنے کے درپہ تھا، کوئی نئی قربای راہ میں تھی۔ لیکن صفحہ بالکل صاف تھا، کوئی تحریر لکھی دکھائی نہ دیتی تھی، یا شاید لکھی تحریر کو واضح کرنے کا منتر ابھی پورا نہیں ہوا تھا۔ ویرانے میں صرف آدمی کی بربراہٹ سنائی دے رہی تھی۔

کسی نئی قربانی کے لیے، شیطان سے کوئی نیا عہد کیا جا رہا تھا۔ ایک خاص ردھم سے منتر پڑھتے، آنکھیں بند کیے، وہ شخص تصور میں کسی کو رکھے، کچھ پھونک رہا تھا۔ یکایک کتاب ہوا میں بلند ہوئی اور صفحے خود بخود پلٹنا شروع ہو گئے۔ کتاب واپس گری اور اسی صفحے پر ایک عبارت ابھری۔

نظمیہ انداز میں لکھی ہوئی پراسرار پہیلی۔ آدمی نے آنکھیں کھولیں اور کتاب کو ہاتھ میں اٹھا لیا۔

غیر شناسہ، قدیم رسم الخط میں لکھی عبارت سمجھ سے باہر تھی۔ لیکن وہ شخص آنکھوں کی پتلیاں گھمائے اس عبارت کو پڑھ رہا تھا۔ شاید وہ اس زبان سے واقف تھا۔ کچھ توقف کے بعد، آدمی نے کسی قدیم طرز کا کوئی کاغذ نکالا اور پاس پڑے پیالے میں سے، انگلی بھگو بھگو کر، وہی عبارت کاغذ پر لکھنے لگا۔ عبارت لکھنے کے بعد اس نے کاغذ کو طے کر دیا۔ اور دوبارہ سے کوئی منتر پڑھنے لگا۔ کاغذ تھر تھرایا اور کچھ لمحوں بعد، واپس ساکت ہو گیا۔ آدمی نے کاغذ کھولا تو اس پر اب کچھ اس طرح کی عبارت لکھی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جب زرد سورج آٹھواں در کھولے

اور چاند موم کی طرح بہے،

خزاں کے گیارویں در سے گزرنے والی کی ہمراز

سات گونجوں کے بعد اپنی خنجر کو

خون کی ایک ۲۷ ادھڑ کنوں میں نہلائے گی

سب زمین کے نیچے خاموش چٹان جاگے گی،

سات سائے اٹھیں گے۔۔۔پہلا وہ جسے اس نے گرایا

باقی چھ وہ جو اس سے پہلے مہر میں قید ہوئے،

اور آخر کار وہ خود بھی اپنے سائے سے محروم ہو کر

تقدیر کے قفل میں ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں گی۔

عبارت کو دیکھتے آدمی مسکرایا۔زمین پر مٹی سے 13 کا ہندسہ لکھتے،وہ اٹھ کھڑا ہوا،اور کاغذ کو ہاتھ میں تھامے ستارے سے باہر آگیا۔پہیلی کا جواب 13 دنوں میں ڈھونڈنا تھا اور اس کے بعد شیطان کو،اس کے پسند کی قربانی پیش کی جانی تھی۔fortuna(کتاب)کا چھٹا باب کھل چکا تھا اور یہ باب دو دوستوں کے خون سے بند ہونا تھا۔دیکھتے ہیں کہ قربانی کے اس باب کا راز پہلے کون ڈھونڈتا ہے؟ساحر الکتاب،انسپیکٹر ازلان جہانزیب یا پھر آپ قائرین

بریک لین میں آج رش معمول سے زیادہ تھا۔لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جو اس وقت اتوار بازار میں موجود تھا۔مختلف اقسام کے ونٹیج چیزیں،اچھے برانڈڈ کپڑے،جیولری اور آرٹ پیسز نہایت سستے داموں یہاں موجود تھے۔

ہجوم کو چیرتے،ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے،وہ دونوں اس وقت چائنیز فوڈ سٹالز کی طرف بڑھ رہی تھی۔ماہم پیش پیش تھی اور اس وقت حنانہ کو بھی ساتھ گھسیٹ رہی تھی۔ڈیڑھ گھنٹے کی خواری کے بعد ماہم نے کچھ نہیں خریدا تھا۔

"کچھ خرید بھی لو اب"۔

"پاگل ہم ونڈو شاپنگ کرنے آئے ہیں۔اصلی چیزیں تھوڑی نہ خریدیں گی۔"حنانہ کی تیوری چڑھی۔

"اچھا چلو آؤ!تمہیں ڈمپلنگز کھلاؤں۔"اس کے بگڑتے تیوروں کو دیکھتے ماہم نے کھانے کی آفر دی تھی۔وہ دونوں،ہاتھوں میں ڈسپوزیبل ڈبے تھامے،ایک سائیڈ بینچ پر کم رش والی جگہ پر بیٹھ گئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا پھر بتاؤ؟ کیسے ہم دونوں بزنس کلاس میں سفر کریں گے؟" اس سوال کے جواب کے بغیر، حنانہ کو کھانا ہضم ہونا، مشکل تھا۔

"یار! وہ نا میری ایک کورس میٹ ہے۔"] حنانہ کی تعجب سے بھنویں اٹھیں۔

"گو کہ میرے اس کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں ہیں لیکن وہ کافی اچھی بندی ہے۔" کان کھجاتے، ماہم نے خود کو محفوظ رکھا۔ ٹریول کرتی رہتی ہے اور وہ ہمیں ٹریول کروائے گا۔"

"اور کون ہے یہ اچھی بندی؟ جس کا مجھے نہیں معلوم! حالانکہ جہاں تک مجھے یاد ہے میں تقریباً تمہاری ساری نئی دوستوں کو جانتی ہوں۔" حنانہ متعجب تھی۔

"نام کیا ہے اس کا؟ بتانا ذرا؟"

"وہ۔۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔اس کا۔۔۔نام۔۔۔اس کا نام۔۔۔۔۔۔آریانہ رچرڈ ہے۔"

معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپاتے، حنانہ کا ری ایکشن آنے کا اس نے انتظار کیا۔

"آہ۔۔۔۔۔۔۔ایک بے ساختہ ہلکی چیخ کے ساتھ اس کا منہ کھل گیا۔ حفظ ماتقدم کے تحت ماہم تھوڑا دور کھسکی۔

"آریانہ! وہ آریانہ۔ جس کے تم مجھے قصے سناتی تھی کہ بہت بد تمیز، اریٹیٹنگ اور شوخی ہے ۔بہت ٹھنڈے لطیفے سناتی ہے۔ تمہیں اگر زندگی میں ایک قتل حلال ہوتا تو تم اس کا کرتی۔ کیا وہ؟" صدمے کے ساتھ اس نے پوچھا اور جواباً اتنی ہی فرمانبرداری سے ماہم نے، بند آنکھوں کے ساتھ سر ہلا دیا۔

"بھول جاؤ! میں تو ایک پھوٹی کوڑی نہیں دوں گی تمہیں۔ میں تو سرے سے جانے کے حق میں ہی نہیں ہوں۔ کجا کہ بائے ایئر جانا۔ اور جانا بھی پھر اس آریانہ کے آسرے جس کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ بس بیٹا دل سے خیال نکال دو۔" صاف لفظوں میں انکار کرتے حنانہ نے اسے سفید جھنڈی دکھائی لیکن ماہم کے سکون میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ البتہ چہرے پر ایک شاطر مسکراہٹ کا اضافہ ضرور ہوا تھا۔

"۔۔۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔وہ۔۔۔۔دراصل میں آنے سے پہلے، تمہارے پیسے اکاؤنٹ سے نکال کر کسی "محفوظ مقام" پر پہنچا آئی ہوں۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب تم صرف جا کر پیکنگ کرو۔" سکون سے اسے بے سکون کرتے کھانے کی ایک بائٹ لی گئی۔

"میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔اگر تم نے میرا ایک روپیہ بھی خرچ کیا تو۔عزت سے میرے پیسے واپس کرو۔" وہ تو ہتھے سے ہی اکھڑ گئی تھی۔فاقے کر کے ایک ماہ کی تنخواہ جوڑی تھی اور وہ بھی ماہم اپنے تجربے کی نظر کرنے والی تھی۔اس کے اندر دھماکے ہو رہے تھے۔

"روپے نہیں بیٹے! یورو کہتے ہیں یورو۔" انداز ماؤں والا تھا۔حنانہ کا دل کیا اسے کچا چبا ڈالے۔

"میں بتا رہی ہوں۔مجھے کہیں نہیں جانا۔عزت سے میرے پیسے واپس کرو۔

"اونہوں۔۔۔۔" سہولت سے انکار کیا گیا۔

"لڑومت! اگر ایک پیسہ بھی ضائع ہوا تو مجھ سے لے لینا۔بس۔اب خوش" کیا فراخ دلی تھی ویسے۔

"ہمممم۔اور تم یہ پیسے مجھے لٹاؤ گی کیسے؟۔مارے ضبط کے دانت پیستے پوچھا۔

"جب میں کروڑ پتی بنوں گی نا،(شیطانی مسکراہٹ) تو یوں تمہارے پیسے تمہارے منہ پر دے ماروں گی۔ہوا میں ہاتھ سے اچھالنے کا اشارہ کیا گیا۔

"اس کا مطلب تم مجھے پیسے کبھی نہیں دو گی۔" اس کی عیاشیوں کو دیکھتے، حنانہ اتنا اندازہ تو لگا ہی سکتی تھی۔

جو حرکتیں ہیں نا تمہاری! تم Billionare تو پتہ نہیں البتہ Nillionare ضرور بن جاؤ گی، وہ بھی جلد ہی۔"

ماہم کے لب تعریف وصول کرنے والے انداز میں پھیل گئے۔

حنانہ بھی مسکرا اٹھی۔ حنانہ کو دیکھتے ماہم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ مسکراتے ہوئے اچانک حنانہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ ماہم بھی کھلکھلا دی۔ ہنستے، حنانہ گردن پھینک کر دیوانہ وار ہنسنے لگی۔ اب کے ماہم کو تشویش لاحق ہوئی۔ "کہیں صدمے سے اس کا دماغ تو نہیں چل گیا۔۔" پہلا خیال یہی ذہن میں آیا۔ حنانہ ابھی بھی گردن پھینکے ہنستی جا رہی تھی۔ اچانک اس کی ہنسی تھمی، اور خطرناک تاثرات لیے اس نے چہرہ اٹھایا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس پر جھپٹتی، ایک سرسراتی چیخ کے ساتھ ماہم اپنی جگہ سے اٹھی، اور جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑی ہوئی۔ حنانہ، اس کو مارنے کے لیے اس کے پیچھے لپکی۔ اب منظر کچھ یوں تھا کہ ماہم آگے آگے

اور حنانہ اس کو مارنے کے لیے پیچھے پیچھے دوڑ رہی تھی۔لوگ دلچسپی سے دونوں کو دیکھ رہے تھے۔اور وہ دونوں دیوانہ وار دوڑے چلی جا رہی تھیں۔

"ارے بھنگن پاگل ہو گئی ہے کیا؟چند سو یورو کے پیچھے دوست کو مارو گی؟ گردن موڑے، ہجوم کو چیرتے وہ چیخ رہی تھی۔البتہ کسی جگہ ٹھہرنے کا رسک اس نے نہیں لیا تھا۔

"ہاں! مار ہی ڈالوں گی۔"جواب اس کی توقع کے بالکل مطابق آیا تھا۔وہ دونوں آگے بڑھتی گئیں،لوگ محظوظ ہو کر انہیں دیکھتے گئے اور یوں ہی دوڑتے ہوئے وہ دونوں منظر سے اوجھل ہو گئیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کمرے کا دروازہ ٹھاہ سے کھلا اور ایک نسوانی وجود بیڈ پر دھڑام سے اوندھے منھ گرا۔

"ہائے! ہائے! مار دیا ظالم نے۔"۔حنانہ نے اسے خون آشام نظروں سے گھورا۔

"تم مجھے میرے پیسے عزت سے واپس کر دو۔ بس بھلائی تمہاری اسی میں ہے۔" اسے صرف پیسوں سے مطلب تھا۔

رخ موڑ کر، کہنی بیڈ پر ٹکائے، گال تلے ہتھیلی رکھ کر، ماہم نے اب کی بار اسے دلچسپی سے دیکھا۔ مار کھا کر کان اور گال لال ہو چکے تھے، جسم دکھ رہا تھا۔ خود کی بس ہو چکی تھی۔ لیکن فی الحال حنانہ کو تپانے میں جو مزہ اسے آ رہا تھا۔ وہ ان سب جذبوں پہ بھاری تھا۔

"ارے حنانہ ڈارلنگ! (فلائنگ کس) اتنی مار پیسے واپس کرنے کے لیے تھوڑی کھائی ہے۔ غصہ تھوک دو بیٹا! بات پہ مٹی ڈالو۔" اس کے لیے تو یہ بات اتنی بڑی نہیں تھی۔

"تم میرے پیسے مجھے واپس کرو۔ یہ نہ ہو کہ میں بات پر مٹی ڈالنے کی بجائے، تمہیں ہی مٹی تلے دبا دوں۔" سیاہ آنکھوں اس وقت سرخ تھیں۔

ماہم نے ناک سے مکھی اڑائی۔ کچھ یاد آنے پر، وہ بیڈ سے اچھل کر کھڑی ہوئی۔

"میں ذرا ایک ضروری کام سے جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر تک آتی ہوں۔" حنانہ کی دھمکی کو اس نے کسی خاطر میں نہ لیا تھا۔ ہاتھوں سے منہ پر آتے بالوں کو سنوارتے وہ اسے یوں بتا رہی تھی جیسے حنانہ کو نہ جانے کتنی اس کی فکر تھی۔

"بھاڑ میں جاؤ میری بلا سے۔

بھاڑ میں نہیں! خیر سے پیرس جا رہے ہیں۔ "ہم دونوں" اگلے ہفتے، وہ بھی "تمہارے" پیسوں سے۔" گالوں پہ ہاتھ رکھتے، بھرپور خوشی کا اظہار کیا۔

"میں تو نہیں جا رہی پیرس۔ تم جہاں جا رہی ہو ادھر ہی مرنا۔ واپس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اور اس کی توقع کے عین مطابق حنانہ زہر خند لہجے میں بولی تھی۔ ڈرامائی انداز میں، ایک کان میں انگلی دے کر، ایک آنکھ بند کیے، وہ حنانہ کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس کی آواز ،اس کے نازک کانوں پر بڑی گراں گزری ہو۔

"آہستہ بولو! بچے! چیخنے سے گلا خراب ہو گیا، آپ کے پاس تو اب کی بار علاج کے پیسے بھی نہیں ہیں۔ اب گھسی گراری والی دوست، میں پیرس لے کر جاتی اچھی تھوڑی لگوں گی۔! اس کا گال کھینچتے چڑایا۔

ارد گرد نگاہ دوڑاتے، حنانہ نے اس کے سر میں کوئی چیز دے مارنے کے لیے کچھ ڈھونڈنا چاہا، اور تبھی ماہم نے اسے دونوں بازوؤں سے دبوچ لیا۔ چٹاچٹ دونوں گال چومے اور بھاگ کھڑی ہوئی۔ دروازہ دھاڑ سے بند ہوا۔ اور ماہم منظرِ عام سے غائب تھی۔ سارا غصہ اڑن چھو

ہو گیا۔لب بھینچ کر اس نے مسکراہٹ روکی اور تاسف سے سر ہلا کر رہ گئی۔گلے سے مفلر نکالتے،اس نے جیولری اتاری جب دروازہ ہلکا سا نیم وا ہوتے، کسی کا چہرہ واضح کر گیا۔

"وہ میں کہہ رہی تھی کہ اگر میں نہ آؤں تو پتہ کر لینا میرا۔کہیں وہ آریانہ ٹارچر کر کے مجھے مار ہی نہ دے۔پھر تم اپنے یوروز کے ساتھ، ہوائی سفر سے بھی جاؤ گے۔"

اس سے پہلے کہ حنانہ کوئی رد عمل دیتی دروازہ جلدی سے بند ہوا اور راہداری میں بھاگتے قدموں کی آواز ابھری۔حنانہ نے بند دروازے کو مسکراتے دیکھا اور دوبارہ سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ماہم کو گئے ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا تھا لیکن ابھی تک اس کا کوئی اتا پتہ نہیں تھا۔پہلے اس نے سوچا کہ دفع کرے خود ہی آجائے گی مگر جب مزید 15 منٹ بعد بھی وہ نہ آئی تو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

،ہاتھ میں فون تھامے دروازے کو لاک لگاتے،اس کا رخ اب ساتھ والی بلڈنگ کی طرف تھا۔غصے سے منہ میں کچھ بڑبڑھاتے،ماہم کو کوسنے دیتے،وہ فرش پر پاؤں پٹخ پٹخ کر رکھ رہی

تھی۔لفٹ کے ذریعے دوسری منزل پر پہنچتے، مطلوبہ دروازے کے آگے رکتے،اس نے تاثرات پر قابو پایا۔اور دروازے کے ساتھ لگی ڈور بیل بجادی۔دروازے پر نظر گئی تو وہ پہلے ہی کھلا تھا۔لیکن پھر بھی اس نے اندر جانا مناسب نہ سمجھا۔جب دو بار مزید بیل دینے کے بعد بھی کوئی نہ آیا،تو وہ خود ہی اندر داخل ہو گئی۔دروازے کے سامنے ایک لمبی راہداری تھی اور راہداری کہ دوسرے دہانے سے کسی کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔حنانہ کا رخ،اسی جانب تھا جہاں سے آوازیں آرہی تھیں۔لاؤنج کے صوفہ کم بیڈ زیادہ نما صوفے پر، کیرامل ریڈ بالوں والی، گوری چٹی سی آریانہ اپنے بھاری جسم کے ساتھ براجمان تھی۔یونیورسٹی میں ایک دو مرتبہ ماہم کی وجہ سے،آریانہ سے ایک سرسری سی ملاقات اس کی ہوئی تھی،۔حنانہ کو دیکھتے اس نے ہاتھ ہلایا اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے جواباً اسے بھی ہاتھ ہلا کر مسکرانا پڑا۔آریانہ کے سامنے والے صوفے پر ماہم بیٹھی تھی جس کی فی الوقت حنانہ کی جانب پشت تھی۔آریانہ کے ہاتھ ہلانے پر ماہم نے گردن موڑ کر دیکھا،اور اسے دیکھتے ہی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

ڈیڑھ ماہ شد و مد سے آریانہ کی برائیاں کرنے کے بعد ایسا کون سا کام تھا جو اسے اس وقت آریانہ سے ملنے کے لیے کھینچ لایا تھا؟ اس سوال کا جواب ماہم سے بعد میں لینے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ فی الحال مروت ضروری تھی سو وہ دکھاتے ماہم والے صوفے پہ ٹک گئی۔

حنانہ کو دیکھتے ماہم کے دل میں ٹھنڈی پھوار پڑ گئی۔ گویا کسی قیدی کو رہائی کا پروانہ مل گیا ہو۔ فوراً سے پیشتر وہ حنانہ کی جانب کھسکی، اور جھٹ سے اس کے بازو میں بازو ڈال کر جڑ کر ساتھ بیٹھ گئی۔ حنانہ نے ناراضگی برقرار رکھتے کھسکنا چاہا لیکن وہ اس کی کوشش ناکام بنا گئی۔ جب زیادہ ہی پیار آگیا تو کندھے پر سر بھی رکھ لیا۔ حنانہ مارے بندھے بیٹھی رہی۔ ان دونوں لو برڈز کو دیکھتے آریانہ نے ایک انتہائی ٹھنڈی لطیفہ سنایا جسے سن کر حنانہ تو چاہ کر بھی، مسکرانہ سکی۔ البتہ ماہم کا قہقہہ ضرور بلند ہوا تھا۔

"اتنے واہیات لطیفوں پر تمہیں ہنسی کیوں آرہی ہے؟ ماہم کے پیٹ میں کہنی مارتے، اس نے دانت پیسے۔

"پارٹی پر جو کپڑے پہننے ہیں وہ اسی کے ہیں۔" ماہم کی مسکراہٹ ایک لمحے کے لیے ہونٹوں سے جدا نہ ہو رہی تھی۔ حنانہ کے لب بے ساختہ واہ ہوئے۔ آریانہ خود ٹھونسنے میں مصروف

تھی۔لحاظ مروت اس میں نہیں تھا اور ماہم کو آریانہ پہ اتنی کیوں چڑھتی تھی حنانہ کو اب سمجھ آ رہی تھی۔

"اب مانگ بھی چکو کپڑے یا نہیں ہے دل۔ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا تمہیں آئے ہوئے۔ماہم کی ارادے اسے اٹھنے کے نہیں لگ رہے تھے، تو اس نے سوچا وہی یاد دلا دے۔

کپڑے دے دیے تھے لیکن اٹھنے نہیں دے رہی تھی۔بار بار ٹھنڈے لطیفے سناتے، بازو سے پکڑ کے روک لیتی تھی۔جس انداز میں، ماہم اسے تپ کر بات بتا رہی تھی حنانہ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"مجھے یاد آیا ماہم! گروسری کرنے جانا ہے ہمیں۔اب آ بھی جاؤ۔" حنانہ کے اٹھنے کی دیر تھی کہ ماہم بھی اس کی تقلید میں جلدی سے کھڑی ہو گئی۔وہ میں ذرا بیگ پکڑ لوں۔نسبتاً اونچی آواز میں سنایا گیا۔

"بہت شکریہ آریانہ! اب چلتے ہیں ہم! ساتھ ہی ہاتھ بڑھاتے میز پر پڑے، دونوں بیگ اٹھا لیے۔پتہ نہیں اس نے حنانہ کا لحاظ کیا تھا، یا شاید اسے وہ ماہم پر رحم آ گیا تھا۔بہر حال اس بار اس نے انھیں روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ماہم تو بیگ اٹھائے چلتی بنی۔

"توبہ استغفراللہ! کم بخت بولتی ہے تو گلے کی گھنٹی دکھتی ہے، اور ہنستی ہے تو اوپر تلے کے سارے دانت!" اس کے فلیٹ سے نکلتے ہوئے شروع ہو چکی تھی۔

"میں تو کہتی ہوں اس بھینس کو ڈیتھ ڈائٹ کی ضرورت ہے چھ ماہ تک صرف ہوا کھائے ہوا۔ تب شاید وزن کم ہو اس کا۔ (اس کا ماہم کو کھانا پینے کے لیے نہ پوچھنا، ماہم کو چبھا بہت تھا)

شرم کرو! اسے Body Shaming کہتے ہیں۔ حنانہ نے اسے باز رکھنے کی کوشش کی۔

اسے Body Shaming نہیں بلکہ Body Explaining کہتے ہیں۔ یہ آئے صحیح کبھی ہمارے یہاں۔ بھوکا روانہ نہ کیا نا تو میرا نام بھی ماہم نہیں۔ ایک گھونٹ پانی تک کا نہیں پوچھا کمبخت نے۔" وہ اپنے اندر کی کھولن نکالتے جا رہی تھی اور حنانہ دائمی سکون سے فیض یاب ہوتی جا رہی تھی۔

"برے کام کا برا نتیجہ، آہ!۔" اب کسی طرح تو پیسوں کا غصہ اس نے ماہم پر نکالنا ہی تھا۔ اور بجائے چڑنے کے، ماہم کمینی سی ہنسی، ہنس دی۔

روم میں پہنچتے، بیگ زمین پر رکھتے، ماہم تو لیٹ گئی۔ حنانہ سامنے والے بیڈ پر بیٹھی، اب ماہم کے لائے ہوئے کپڑے نکال کر دیکھ رہی تھی۔

"یہ کیا؟ اتنا کھلا! اس میں تم تو کیا، ہم دونوں پوری آجائیں گی۔ منٹ گرین رنگ کے، پرانی ہالی وڈ موویز کی طرز کے پیروں تک آتے، کھلے فراک کو ہاتھ میں تھامے، وہ لباس کا معائنہ کر رہی تھی۔

"باجی اس کو ابھی ہم اپنے سائز کے مطابق فٹنگ کروائیں گے نا۔"

ماہم نے گویا اسے عقل دی۔

"وہ مجھے بھی پتہ ہے لیکن یہ فٹنگ ہمیں لگا کر دے گا کون؟ کیونکہ سلائی تو ہم دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں آتی۔" لو جی ایک نیا مسئلہ درپیش۔

"تو ساتھ والی بلڈنگ کی بے بی آنٹی کس دن کام آئیں گی، جن سے میں پچھلے ایک ماں سے راہ ورسم بڑھا رہی ہوں۔ آف کورس کسی ایسے دن کے لیے ہی میں نے، ان کے خاندانی جھگڑے اتنے ضبط سے سنے تھے۔ کافی دوستی ہے میری ان سے۔ تو بس کروالوں گی نا ان

سے۔"اس کا پلان فل پروف تھا۔حنانہ نے اسے آنکھیں چھوٹی کیے، مشکوک نظروں سے گھورا۔

"ایک بات تو بتاؤ ویسے؟ حنانہ کو کچھ سوجھا۔

"کرن نے ہمیں آج ہی آکر بتایا ہے اس تقریب کا۔وہ ابھی گئی بھی نہیں تھی کہ تمہارے پاس آریانہ کے ڈریسز کی حامی موجود تھی اور اب تو ماشاءاللہ سے تم نے ڈریس کی فٹنگ کے لیے بھی ڈھونڈلی ہے۔پیرس بائے ایئر جانے کے لیے، پلان اور خرچہ دونوں تمہارے پاس ہیں۔آگے پیچھے تو تمہارا دماغ کبھی اتنا تیز نہیں چلا۔کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ اتنی آناً فاناً یہ سب کیسے ہو گیا۔جتنی سنجیدگی اور مشکوک انداز سے حنانہ نے پوچھا تھا، ماہم بجائے سنجیدہ ہونے کے ہنس دی۔

واہ! sherlock homes کی چاچی! کیا پوائنٹ اٹھایا ہے ویسے؟ اس نے بات کو مذاق میں اڑایا۔

"میں سیریس ہوں ماہم! اور اب کے ماہم نے بات کو سنجیدہ لیا تھا۔

"انٹیلیجنس آفیسر صاحبہ! کوئی غلط بات سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔آریانہ کے ڈریسز کا مجھے اس کی زبانی ہی پتہ چلا تھا۔ایک دن یوں ہی باتوں باتوں میں اس نے بتایا تھا کہ اس نے کسی تقریب کے لیے اولڈ منی ٹائپ کچھ لانگ فراکس لی تھیں، لیکن سائز صحیح نہ آنے کی وجہ سے وہ پہن نہیں سکی۔اور وہ کپڑے کسی کو دینے کا سوچ رہی تھی۔جب ہم سنڈے بازار گئے تو وہاں میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ کیوں نا آریانہ سے ڈریس لے لیے جائیں۔آخر کو آج تک جتنا اس نے باتوں سے مجھے ٹارچر کیا ہے، تھوڑا پے بیک ہی ہو جائے گا،اور جانے سے پہلے میری آریانہ سے بات ہو گئی تھی۔میں نے اسے بتایا تھا کہ مجھے تم سے ایک کام ہے اور میں نے تمہاری طرف آنا ہے۔اس نے کہا تھا کہ آجانا، تبھی میں اس کے فلیٹ گئی تھی۔ڈیڑھ گھنٹہ اس کے ساتھ سر کھپایا اور پھر جا کر اس نے وہ ڈریسز مجھے دیے۔اور رہی بات ڈریس فٹنگ کی تو وہ تو تمہاری بات سے میرے ذہن میں بے بی آنٹی کا تصور آیا۔اور کچھ؟ ہاتھ ہلا ہلا کر بات کرتے،اب وہ ہاتھ کھڑے کرتے پوچھ رہی تھی۔

"حنانہ کے دل کو تسلی ہو گئی، تبھی مزید کچھ نہیں پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نہیں اگر آپ کی تسلی نہیں ہوئی ابھی۔ تو ہم کوئی ایجنٹ ہائر کر لیتے ہیں جو آریانہ اور میرا بائیو ڈیٹا اور ڈریسز کی ساری ہسٹری نکال لیتا ہے۔ کیا خیال ہے؟ تاکہ تمہارے اندر کے انسپیکٹر کو سکون آجائے۔ اب اس کو اپنی بات کے نیچے بھی تو لینا تھا ماہم نے۔

"نہیں! بس یہی کافی ہے۔" وہ بھی ماہم کی دوست تھی۔ بغیر شرمندہ ہوئے، سہولت سے منع کر دیا۔

بہت شکریہ! جان خلاصی پر وہ واقعی بہت مشکور تھی۔

"اب میں ذرا فریش ہو لوں۔ تم اور آریانہ میرا کافی دماغ چاٹ چکی ہو۔" جیکٹ اتار کے بیڈ پہ رکھتے ہوئے واش روم میں غائب ہو چکی تھی۔

اور کون جانتا تھا اوکرا کی تقریب ان کی زندگی کس طرح بدلنے والی ہے۔

راز کی رات کے تین دن بعد؛

سرسبز درختوں کی آماجگاہ یہ جنگل خاموش تھا۔ چل چلاتی دھوپ، اس وقت جنگل کے اس حصے پر پڑ رہی تھی۔ سیاہ سائے والا وہ مرد، ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں وہی قدیم طرز کا کاغذ تھام رکھا تھا، اور اس کاغذ کو کھولے، وہ اس پہیلی پر تدبر کر رہا تھا۔ پہیلی کا راز اس نے جان لیا تھا، اور اب وہ بس اپنے شکار کے تعاقب میں تھا۔ جیب سے فون نکالتے، اس نے کسی کو کال ملائی، جو کہ دوسری ہی بیل پر اٹھالی گئی۔

ہاں! وہ دونوں کہاں ہیں اس وقت۔ شکاری نے شکار کا اندازہ لگایا۔

"کیا؟ پیرس! پیرس جا رہی ہیں وہ دونوں۔ دوسری جانب شاید کچھ کہا گیا تھا جس کی تصدیق کے لیے وہ پوچھ رہا تھا۔"

"ہمم! چلو ٹھیک ہے۔ کب تک پہنچ پائیں گیں۔ نہیں راستے میں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک دفعہ پیرس پہنچ لینے دو انھیں۔ ان سے ملاقات اب پیرس میں ہی ہو گی۔"

چند مزید جملوں کا تبادلہ ہوا، اور اس کے بعد رابطہ منقطع ہو گیا۔

فون کو جیب میں رکھتے، وہ شخص اب تالاب پر نظر جمائے کھڑا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آئی فیل سو بیڈ فار یو، یو لٹل گرلز! لیکن کیا کروں، میری مجبوری ہے۔ کوئی نہیں، پیرس میں جشن منالوں۔ آخر کو آنا تو میرے پاس ہی ہے۔

خود سے باتیں کرتے، آخر میں وہ قہقہہ لگا گیا۔ ہاہاہا۔۔۔۔۔! اس کی آواز پلٹ پلٹ کر آ رہی تھی۔

ویلکم! ویلکم ٹو دا پیرس! دوستی مبارک مائی ڈیئرز۔ ایک طائرانہ نظر تالاب پر ڈالتے، وہ درختوں میں روپوش ہو گیا۔

اگلی صبح انتہائی خوشگوار اور چمکدار تھی۔۔ سردی کے دن تھے۔۔ موسم خوشگوار تھا اور وہ دونوں ہاتھوں میں، بیگ تھامے، حنانہ کے ہم قدم، سڑک کنارے چل رہی تھی۔ ٹیکسی کے ذریعے وہ ماہم کے فیشن ڈیزائنر دوست کے اپارٹمنٹ پہنچ چکی تھیں۔ بے بی آنٹی کچھ

دنوں کے لیے پاکستان جا چکی تھی اور ماہم دل کھول کے بے بی آنٹی کو کوس چکی تھیں۔اس لیے اب اپنی ایک دوست سے مدد لینے کا اس نے سوچا۔

دوست کے اپارٹمنٹ جا کر معلوم ہوا تھا کہ وہ چھٹیوں پر جا چکی ہے۔ماہم کے پاس اس کا نمبر نہیں تھا اس لیے یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کب تک واپس آسکے گی۔ناکامی کا سامنا کرتے،وہ دونوں واپس آرہی تھیں۔اور اب سڑک کنارے پیدل چل رہی تھی۔یہ لندن کے ایک پوش علاقے کا ایریا تھا۔یہاں سے تو فی الحال ٹیکسی ملنا مشکل تھا اور دونوں پیدل چل چل کر تھک چکی تھی۔

کسی آرٹ شاپ،جو کہ اس وقت بند تھی،اس کی سیڑھیوں پر وہ دونوں،بیگ زمین پر رکھے، سستانے کے لیے بیٹھ گئی۔

حنانہ ماہم کی نااہلی پر برہم تھی،جو بغیر رابطہ کیے اتنی دور آگئی تھی اور ماہم فی الحال اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

"حنانہ!اب واپس کیسے جائیں ہم!میرے سے مزید نہیں چلا جائے گا!بس اتنی دیر ہی وہ حنانہ سے مخاطب ہوئے بغیر رہ سکتی تھی۔حنانہ کے کندھے پر سر رکھے وہ شدید تھکی ہوئی

تھی۔ حنانہ نے ایک نظر اپنے کندھے سے لگی ماہم کو دیکھا، لیکن خاموش رہی۔اب کیا ہی کر سکتی تھی وہ۔

ماہم انکھیں بند کیے بیٹھی رہی اور حنانہ سر اٹھا کر دیوار پر لگے پھولوں کو دیکھنے لگی۔ پھول اسے ہمیشہ ہی سے اٹریکٹ کرتے تھے۔اس کا موڈ جتنا بھی برا ہوتا، پھولوں کو دیکھ کر اس کا موڈ ہمیشہ خوشگوار ہو جاتا تھا۔ پھولوں سے محبت کی عادت،اس نے اپنی دوست زرش سے سیکھی ۔وہ پھولوں کی اس قدر کرتی،انھیں اس قدر سراہتی، کہ انسان ناچاہتے ہوئے بھی زرش کے سامنے، پھولوں کی قدر کرنے پر آمادہ ہو جاتا۔

وہ دیوار پر لگے پھولوں کو دیکھنے میں مصروف تھی جب سنسان سڑک پر،ایک برق رفتار سپورٹس کار گزری۔ تھوڑا آگے جا کر، گاڑی نے بریک لگایا،اور تیز رفتاری میں بریک لگانے کے باعث، گاڑی نے دھواں چھوڑتے،ڈرفٹنگ کی۔ گاڑی مکمل گول دائرے میں گھومی اور فضا میں ٹائروں کے چرچڑانے کی آواز گونج اٹھی۔

ماہم نے بند آنکھیں جھٹکے سے کھولی۔ حنانہ بھی ہونک بنی دیکھ رہی تھی جب سیاہ کار کا دروازہ کھلا اور بلیک لیدر جیکٹ کے ساتھ، سیاہ ہائی نیک اور پینٹ میں ملبوس، زاویان باہر نکلا۔ کالے

بوٹوں کو تارکول کی سڑک پر رکھتے، وہ ان کی جانب بڑھ رہا تھا۔اور سڑک کے ساتھ ساتھ ارد گرد کا ماحول بھی جیسے پیروں تلے آرہا تھا۔وہ منظر پر سحر زدہ حد تک چھایا ہوا تھا اور ماہم دعوے سے کہہ سکتی تھی کہ اس نے ایسا شاندار مرد پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

ٹرانس کی کیفیت میں سر اٹھائے یک ٹک، وہ اسے آتا ہوا دیکھ رہی تھی۔لیکن مقابل اسے نہیں دیکھ رہا تھا، اور یہی تو دکھ تھا کہ وہ ''اسے'' نہیں دیکھتا تھا۔

''ارے کیسی ہیں آپ! حنانہ مصطفی قریشی! یہاں کیوں بیٹھی ہیں۔خیریت؟''۔وہی جتاتا ، مسکراتا انداز۔وہ ایسے خوش تھا، جیسے کوئی برا دن گزارنے کے بعد، اچانک کوئی غیر متوقع خوشی مل گئی ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مقابل نے شاید ماہم کو نہیں دیکھا تھا یا شاید دیکھنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔وہ صرف حنانہ سے مخاطب تھا۔تقریباً دو ہفتوں بعد حنانہ اسے دیکھ رہی تھی۔کلاس میں بھی وہ اس سے وقتاً فوقتاً بات کرنے کا کوئی موقع ڈھونڈ ہی لیتا تھا۔اب تو خیر سے وہ سڑک پہ بیٹھی تھی، یہ موقع تو وہ گنوا ہی نہیں سکتا تھا۔ٹھنڈی سانس اندر کھینچ کر حنانہ نے خود پر قابو پایا۔

"ویسے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔کیوں کوئی مسئلہ ہے آپ کو یا یہ سڑک آپ کی ہے جس پر ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔نو وارد مخاطب کے مزاج سے واقف تھا،اور ان کٹیلے جملوں کا عادی،لہذا بغیر برا منائے، مسکراتے تاثرات کے ساتھ،بغیر اثر لیے کھڑا رہا۔

"نہیں! مسئلہ تو کوئی نہیں ہے۔بس آپ زمین پر نہ بیٹھیں پلیز۔مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔"

ایکسکیوزمی! میرے نیچے بیٹھنے سے آپ کو برا کیوں لگ رہا ہے؟ میں اوپر بیٹھوں یا نیچے۔یہ آپ کا مسئلہ ہر گز نہیں ہے۔"حنانہ کو اس کی بات شدید ناگوار گزری۔

"یہ میرا مسئلہ ہے۔آپ لوگ یہاں یقیناً ٹیکسی کا انتظار کر رہی ہیں،جو کہ فل وقت آپ کو یہاں سے ملے گی نہیں۔اور میرے ہوتے آپ یوں بیٹھ کر، ٹیکسی کا انتظار کریں،تو یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا۔آئیں میں آپ کو چھوڑ دوں۔"زمین پر جھکتے وہ دونوں بیگ اٹھا چکا تھا۔

"جی! جی! چلیں۔"ماہم کو اور کیا چاہیے تھا؟ چہکتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔زاویان نے ایک نظر اسے دیکھا اور ایک لمحے کے لیے نظروں سے نظریں ملیں۔ماہم کے دل کی دھڑکن بڑھی۔

ایک تو ماہم کا بغیر رابطہ کیے، اتنا دور آنا، اس کی جھنجھلاہٹ کا باعث تھا اوپر سے ٹیکسی نہیں ملی تھی، اور اب یہ زاویان بے وقت مل گیا تھا۔ اس کا دل کیا، ایک بار تسلی سے بیٹھ کے رو لے۔ آپ کا شکریہ۔ ہمیں ضرورت نہیں۔! بغیر اس کی باتوں کا اثر لیے حنانہ صاف منع کر چکی تھی۔

"نہیں نہیں! مذاق کر رہی ہے یہ تو۔ بازو سے کھینچتے ماہم نے اسے اٹھانا چاہا۔

"ہم کہیں نہیں جا رہے۔ سنا تم نے۔ بازو چھڑواتے اب وہ دانت پیستے ماہم کو روک رہی تھی۔

"بے وقوف! ٹیکسی یہاں پہ ملے گی نہیں اور چلنے کی ہمت ہم میں ہے نہیں۔ فائدے کا سودا ہے۔ لہذا اٹھ پڑو۔" زاویان کی طرف سے چہرہ موڑتے وہ اسے منانے میں مگن تھی۔

حنانہ نے ایک نظر چند گز دور کھڑی گاڑی کو دیکھا۔

"اچھا چلو! کپڑے جھاڑتے اب کی وار وہ اٹھ بھی گئی۔ زاویان تو زاویان، ایک لمحے کے لیے تو ماہم کو بھی اس کے اتنے جلدی ماننے پر یقین نہ آیا۔

"بیٹھیں گے کہاں پہ ہم؟" سینے پر ہاتھ باندھے کافی سنجیدگی سے پوچھا گیا۔

ماہم کو اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہوا۔

"ظاہری سی بات ہے گاڑی میں۔"

حنانہ نے اسے ایک نظر دیکھا، اور کسی سوچ کے تحت زاویان اور ماہم دونوں نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ سیاہ چمچاتی دو سیٹوں والی کالی بگاٹی، پوری شان سے کھڑی تھی۔ زاویان نے بے اختیار ماتھا سہلایا۔

اتنا بدلحاظ تو وہ تھا ہی کہ ماہم کو بغیر کسی لجالت کے یہاں ٹھہرنے کا کہتے، حنانہ کو ساتھ لیے چلا جاتا۔ لیکن حنانہ اس کے ساتھ نا جاتی۔ اور دوسرا وہ ماہم تھی۔ حنانہ کی دوست۔ حنانہ کی دوست سے ایسی بدلحاظی، کم از کم وہ اس دنیا میں نہیں کر سکتا تھا۔ کر تو وہ سکتا تھا لیکن پھر اس کا زندہ رہنا، تھوڑا مشکل تھا۔ سامنے کھڑی لڑکی اس کا ایک ہی نوالہ کرتی۔

آپ کو ڈرائیونگ آتی ہے؟ حنانہ سے بات کرنا فضول تھا، لہذا اب وہ ماہم سے مخاطب تھا۔

"نہیں! کیوں؟" وہ متجسس تھی۔

"وہ میں سوچ رہا تھا کہ آپ دونوں ڈرائیو کر کے چلی جائیں میں پیدل آجاؤں گا۔ماہم تو ماہم حنانہ بھی سامنے کھڑی سخی کی سخاوت پر حیران تھی۔اتنی مہنگی گاڑی وہ دو انجان لڑکیوں کو دے رہا تھا۔

"سوری! مجھے نہیں جانا۔آپ اسے لے جائیں۔یہ کافی تھکی ہوئی ہے۔واپس سیڑھیوں پر بیٹھتے وہ اسے اور ماہم کو مشورے سے نواز رہی تھی۔انداز ماؤں والا تھا، جیسے مائیں چھوٹے بچے کے تنگ کرنے پر بڑے بچے کو کہتی ہیں کہ جاؤ بہن کو بھی ساتھ لے جاؤ۔

"پاگل ہو گئی ہے کیا؟ میں تمہارے بغیر کیوں جاؤں گی؟"دل کی خواہش پر لعنت بھیجتے وہ بھی حنانہ کے ساتھ ٹک گئی۔اور زاویان دوستی اور تابعہ داری کے اس عظیم مظاہرے پر، ان دونوں نیک پروین کو دیکھتا رہ گیا۔

"میں دوسری گاڑی منگواتا ہوں۔وہ جیسے کسی نتیجے پر پہنچا تھا۔انداز قطعی اور تاثرات سپاٹ تھے۔

"تب تک آپ دونوں گاڑی میں بیٹھ جائیں۔"

حنانہ باتوں کا اثر لیے بغیر وہیں بیٹھی رہی۔

"آپ تو جا کر بیٹھ جائیں پلیز! حنانہ کو ڈھیٹ بنتے دیکھ کر، اسے ماہم کو کہنا ہی پڑا۔ اور ماہم تو اس کے حکم کے غلام تھی۔ یہ تو محض، گاڑی کی سیٹ تھی۔ وہ اگر ماہم کو جلتے توے پر بھی بیٹھنے کا کہتا تو ماہم بلا تردد بیٹھ سکتی تھی۔ حنانہ کو بازو سے کھینچتے، آنکھوں ہی آنکھوں میں لاکھوں اشارے کرتے، سرگوشی میں دھمکیاں دیتے، وہ اسے گاڑی میں بٹھانے میں کامیاب ہو تھی۔

ایک تشکر آمیز نگاہ سے اس نے ماہم کو نوازا۔ یہ دوسری مکمل نگاہ تھی۔

جیب سے فون نکالتے، وہ کسی کو گاڑی لانے کا کہتے، اب چہل قدمی کرتے، انتظار کر رہا تھا۔ ارد گرد دیکھتے، وہ چور نظروں سے گاہے بگاہے حنانہ کو بھی دیکھ لیتا۔ اس نے کبھی کسی کا انتظار نہیں کیا تھا۔ سو وہ انتظار کے دکھ سے واقف نہیں تھا۔ آج پہلی بار وہ کسی چیز کا انتظار کر رہا تھا، اور آج سے پہلے کسی کا انتظار سے اتنا اچھا نہیں لگا تھا۔

تقریباً 10 منٹ بعد ایک چمچماتی سیاہ جی ویگن اس کے سامنے موجود تھی۔ کلاس اور ٹیسٹ، اس شخص پر تمام تھا۔ سیاہ رنگ اس کا پسندیدہ تھا یا یہ محض اتفاق تھا، لیکن اس کی

چیزوں میں سیاہ رنگ ہمیشہ نمایاں ہوتا تھا۔حنانہ کی جانب کا دروازہ کھولتے،اس نے دونوں کو باہر آنے کا کہا۔زاویان کے کھولے گئے دروازے کو نظر انداز کئے،وہ ماہم کے کھولے گئے ،دروازے سے باہر نکل گئی۔اس نے ایک ٹھنڈی آہ،ہوا کے سپرد کی اور گاڑی کا دروازہ واپس دے مارا۔

اپنی گاڑی آدمی کے ہاتھ بھیجتے،ہاتھ میں چابی تھامے وہ اب ان دونوں کا منتظر تھا۔گارڈز آج اس کے ساتھ نہیں تھے،سو لہذا وہ اکیلا ہی تھا۔

"آپ کے احسان کا بہت شکریہ۔خواہ مخواہ آپ کے وقت کا اتنا ضیاع ہوا۔"(کیا بات ہے وقت کا خیال آیا بھی تو کب!)

"ارے نہیں!اس میں وقت کے ضیاع والی تو کوئی بات نہیں۔آپ کے لیے وقت تو کیا زندگی ضائع کی جاسکتی۔یہ وقت ضائع نہیں ہوا،بلکہ یہی وقت تو اچھا گزرا ہے۔آخری فقرے دل میں کہے،منہ پہ کہتا تو زندگی اور عزت،یہیں ضائع ہو جاتے۔

آگے بڑھتے اس نے حنانہ کے لیے پیسنجرز،سیٹ کا دروازہ کھولا،جسے اگنور کرتے،وہ سہولت سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے بیٹھ گئی۔اس سے قبل کہ وہ کچھ کرتا،حنانہ کے لیے کھولے

گئے دروازے سے، ماہم پیسنجر سیٹ پہ بیٹھ گئی۔ حنانہ اور زویان دونوں نے قہر بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ زاویان کی گھوری اس نے دیکھی نہیں تھی، البتہ حنانہ کی گھوری کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا۔ تبھی وہ جلدی سے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ، شرافت سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے، حنانہ کے برابر بیٹھ گئی۔

ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے بیک ویو مرر خاص اینگل پر سیٹ کرتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ ساؤنڈ پروف شیشے، چڑھے ہوئے تھے اور گاڑی مکمل خاموشی کے ساتھ منزل کی جانب رواں تھی۔

پن ڈراپ سائلنس میں، ماہم کے ہ پیٹ سے بھوک کے باعث آواز نکلی۔ آواز اتنی اونچی تو نہ تھی کہ گاڑی میں گونجتی۔ لیکن چونکہ گاڑی میں مکمل خاموشی تھی اور وہ ان کی جانب متوجہ بھی تھا، اس لیے آواز اس کے کانوں سے نہ چھپ سکی۔ اس نے اچھنبے سے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا، تو ماہم اور حنانہ دونوں ہی سرخ چہروں کے ساتھ ایک دوسرے کو اس قدر شرمندگی سے دیکھ رہی تھی کہ وہ فیصلہ نہ کر پایا کہ آواز کس کے پیٹ سے آئی ہو گی۔ ایک نظر پیچھے

دیکھتے،اس نے چہرہ آگے کی جانب کر لیا،اور تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک حلال فوڈ ریسٹورنٹ کے سامنے روک دی۔

دن کے 11 کا وقت تھا،اور صبح ماہم ہڑبڑی میں ناشتہ کیے بغیر ہی،حنانہ کو گھسیٹتے لے آئی تھی۔جس قدر اونچی آواز پیٹ سے آئی تھی اب کھانے سے منع کر کے بے عزت ہی ہونا تھا۔بغیر کوئی بات کیے،دونوں گاڑی سے نکل گئیں۔

کونے والی سیٹوں پر بیٹھے،وہ اب مینیو کارڈ دیکھ رہا تھا۔ان دونوں کو گونگا بنے دیکھ کر،کھانے کا آرڈر دیتے،اس نے ہلکی سی مسکراہٹ پیش کی۔

"وہ میں دراصل ناشتہ کرنے ہی آرہا تھا۔(حنانہ نے اس کے بازو کے ابھرے مسلز کو دیکھا ،جو اتنا بے وقت ناشتہ کرنے سے تو یقیناً نہیں بنے ہوں گے)۔راستے میں آپ مل گئیں۔یہ دراصل میرا فیورٹ ریستورانت ہے،اور بھوک لگنے کی وجہ سے مجھ سے آپ لوگوں کو چھوڑنے تک کا انتظار نہیں ہوا۔بس اسی لیے آپ کی اجازت کے بغیر گاڑی روک لی۔مجھے امید ہے کہ آپ نے مائنڈ نہیں کیا ہوگا۔"غیر ضروری وضاحت دیتے،شرمندگی سے نکالنے کے چکروں میں،وہ انہیں شرمندگی کے سمندر میں ڈبو چکا۔

"جیسے ہمیں تو پتہ ہی نہیں کہ کتنی بھوک ہے تمہیں. دونوں نے شرمندگی سے سوچا۔

"بیرا کھانا لے آیا تو بغیر بحث کیے، بھرم دکھائے بغیر، اسے کھانا کھانا پڑا۔ اگر وہ بحث کرتی تو وہ سمجھ جاتا کہ بھوک ماہم کو لگی تھی۔ دوسرا اس کی شکل صاف بتا رہی تھی کہ وہ بے حد شرمندہ ہے۔ اس کی عزت کا بھرم رکھنے کے لیے وہ چپ چاپ کھانے لگی۔ ماہم تمیز دار بچوں کی طرح چھری کانٹے سے کھا رہی تھی۔ جبکہ حنانہ ہاتھوں سے سینڈچ کے بائٹ لے رہی تھی۔ جب کافی دیر بعد بھی دونوں کچھ نہ بولی تو مجبوراً زویان کو ہی بات کرنی پڑی۔

"آپ لوگوں کی فلائٹ کیسی رہی ویسے۔ ماہم اور حنانہ نے نہ سمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ارے وہی پاکستان سے لندن والی فلائٹ۔ غالباً آپ لوگوں کی پہلی فلائٹ تھی۔ اتنے لمبے سفر کی آپ کو عادت نہیں ہو گی نہ۔ تبھی پوچھ رہا ہوں۔ تین ماہ پہلے والی فلائٹ کا پوچھنا اسے اب یاد آیا تھا۔

"اب کیا ہماری شکلوں پر بھی صاف لکھا نظر آنے لگ گیا ہے کہ ہم غریب ہیں اور پہلی بار جہاز میں بیٹھے تھے۔" اس کی بات سنتے ماہم نے دل گرفتگی سے سوچا۔

"ہمم۔اوورآل کافی اچھا تجربہ رہا۔خوش قسمتی سے زیادہ مسافر نہیں تھے جہاز میں۔تو آرام سے سفر گزر گیا۔زیادہ تھکن نہیں ہوئی تھی ویسے۔بس جیٹ لیگ ہو گئیں تھیں دونوں" یہ پہلا طنز کے بغیر جواب تھا جو اس نے زاویان کو دیا تھا۔

"آپ کو تو تھکن نہیں ہوتی ہو گی۔بزنس کلاس میں سفر قدرے آرام دہ ہوتا ہے۔سینڈوڈ سے انصاف کرتے ہیں ماہم نے بھی گفتگو میں حصہ لے ہی لیا تھا۔کر دی ناوہی غریبوں والی بات۔

"ہمم! لیکن میں اس قسم کی جہازوں میں سفر نہیں کرتا۔" ماہم کا کھاتا ہاتھ رک گیا، حیرت سے منہ کھل گیا۔حنانہ کے ابرو بھی ستائش میں اٹھے، لیکن شاید مقابل کے لیے یہ بڑی بات نہیں تھی۔

"فلائٹ ٹائمنگ ایشوز اور اتنے طویل انتظار کی وجہ سے، میں اپنی پلین میں ٹریول کرتا ہوں۔"

انڈے۔۔۔۔۔۔۔انڈے والا برگر۔۔۔انڈے والا برگر کا نام سنا ہے کبھی۔ماہم سے رہا نہ گیا تو پوچھ لیا۔ایک لمحے کے لیے ایک سایہ سا زاویان کے چہرے پر آیا، لیکن اپنے تاثرات پر قابو پاتے وہ مسکرایا۔

"جی! جی! کھایا بھی ہوا ہے۔" سوال نے اسے محضوظ کیا تھا۔ماہم کو لیکن اس پر یقین نہیں آیا تھا۔

"اب تو آپ لوگ دوستی کر ہی سکتے ہیں مجھ سے۔اب تک تو آپ کو اندازہ ہو جانا چاہیے کہ میں ایک اچھا انسان ہوں۔" حنانہ کو اس کی خود تعریفی ایک آنکھ نہ بھائی۔

"دوستی کریں گی کیا آپ دونوں مجھ سے؟ میرے دراصل کوئی دوست نہیں ہیں۔ کبھی بنے ہی نہیں۔میں نے سوچا آپ دونوں کو بھی ایک دوست کی ضرورت ہو گی۔" اسے دوستی کرنی تو صرف حنانہ سے تھی، لیکن مروتاً ماہم کو بھی آفر کرنی پڑی۔یونو! buy on get one free deal والا حساب۔

"تو آپ نے یہ فیور اس لیے دیا تھا تاکہ آپ ہم سے دوستی کر لیں"۔ کھانے سے ہاتھ روکتے اس نے موقف جاننا چاہا۔اور ماہم کا دل کیا، اپنی اس بدزبان دوست کا گلا دبا دے۔

"نہیں! اس لیے تو نہیں کر رہا آفر۔ یہ آفر تو میں آپ کو پہلے بھی دے چکا ہوں۔ قبول کر لیں تو بڑی مہربانی۔ دوسری جانب فیاضی ہی فیاضی تھی۔

"معذرت! لیکن مجھے یہ آفر قبول نہیں ہے۔" انتہائی سادگی سے وہ آفر مسترد کر چکی تھی۔ ویٹر کو بل لانے کا کہتے وہ کھانے سے ہاتھ روک چکی تھی۔

"لیکن مجھے آپ کی دوستی کی آفر قبول ہے۔ کھلے دل کے ساتھ مسکراتے ہوئے ماہم نے آفر قبول کر لی۔ سر ہلاتے زاویان نے شکریہ ادا کیا۔

بیرا بل لے آیا، تو زاویان نے مستعدی سے اس کے ہاتھ سے بل اچک لیا۔

"میری اور ماہم کی دوستی کی خوشی میں۔" ایک نظر ماہم کو مسکرا کر دیکھتے، اس پہ باور کروایا گیا کہ بل دوستی کی خوشی میں ہے، لہذا زیادہ مروت دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

"بہن! ہوٹل کو دیکھ کے بل کا اندازہ لگا لے۔ جتنا بل آیا ہو گا نا پورے مہینے کی تنخواہ سے بھی ادا نہیں ہو گا۔ ریستوران والے خالی برتن دھلوانے پر اکتفا نہیں کریں گے۔ یہ اگلے برتن بھی دھلوائیں گے۔ صفائی بھی کروائیں گے۔ اور ساتھ ساتھ ہمارا بھی صفایا کر دیں گے۔ لہذا مجھے معاف رکھو اور بیٹھ جاؤ۔" حنانہ کے کان میں سرگوشی کرتے اس نے دانت پیسے۔

حنانہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور ایک گہری سانس اندر کھینچ کر بیٹھ گئی۔ زاویان کو اس کے اتنے آسانی سے مان جانے پہ تعجب تو ہوا۔ لیکن خیر!۔

بل ادا کرتے، وہ لوگ نکل گئے۔

دور دو آنکھوں نے شیشے کے اس پار، دوسری لڑکی کے کان میں کچھ کہتی لڑکی کو دیکھتے، فون پر کسی کو کوئی اطلاع دی۔ فضا میں ہلکی سی کلک کی آواز گونجی اور ہائی کوالٹی کیمرے نے اپنے شکار کی کلوزاپ پک کھینچ لی۔ مطلوبہ نمبر پر تصویر بھیجتے، وہ سایہ ریسٹورنٹ سے دور ہوتا چلا گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

گاڑی ڈوم بلڈنگ کے آگے رکی اور دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا۔

"آپ کا بہت شکریہ۔ آپ نے ہمارے لیے اتنی زحمت کی۔" باچھیں کھول کر ماہم زاویان کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔

"ارے شکریہ کی کوئی بات نہیں۔آپ تو میری بہنوں جیسی ہیں۔اور اب تو خیر سے دوستی بھی ہو گئی ہے۔تو شکریہ کیسا۔" ماہم کی مسکراہٹ سمٹی۔

"کم بخت ایک مرتبہ میری آنکھوں میں جھانک لیتا تو معلوم ہوتا کہ میری آنکھوں میں بہنوں والی شفقت نہیں۔بلکہ محبت کے دیے جل رہے ہیں۔۔۔دیے۔اس نے کلس کر سوچا)۔۔۔

"نہیں !آپ کا واقعی بہت شکریہ۔ماہم کے تاثرات کا سوچتے،وہ مسکرائی۔

Mention not! I'm always there for you.!

باچھیں کھلنے کی باری اب کے زاویان کی تھی۔مروت سے سر ہلاتے وہ دونوں اندر داخل ہو گئی اور ان کے غائب ہونے تک،وہ زویان کی نظروں کے حصار میں رہیں۔

دو دن بعد؛

جمعرات کی صبح خوشگوار اور سرد تھی۔ماحول میں خنکی کا احساس بڑھ گیا تھا۔سردی بڑھتی ہی جارہی تھی۔سیاہ موٹی جینز پر سیاہ ہائی نیک شرٹ کے ساتھ،نیوی بلو پفر جیکٹ کے ساتھ، جس کی فر والی ہڈ،اس وقت سر پر گرائی ہوئی تھی،کے ساتھ ماہم،ایئرپورٹ پر پرجوش سی موجود تھی۔اس کے ساتھ سیاہ موٹی جینز اور ہائی نیک کے ساتھ،کیمل لانگ کوٹ میں،لوز کرل بالوں کے ساتھ،حنانہ کچھ پریشان سی تھی۔

"ماہم مجھے تو صبح سے ہی اچھی وائبز نہیں آرہی۔پتہ کرو کب تک آئے گی وہ؟اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

آجاتی ہے لڑکی! صبر کرلو۔نہیں تمہارے پیسے لے کر مرتی۔پیسے دے کر ہی مرے گی۔بے فکر رہو۔"ماہم نے اسے گھڑکا۔

پتہ نہیں کیوں حنانہ کا دل بہت بے چین تھا۔فلائٹ اناؤنسمنٹ ہوئی،تو وہ دونوں ڈیسک پر فلائٹ چیکنگ کے لیے گئی۔ابتدائی مراحل جاری تھے جب دور سے انھیں آریانہ آتے ہوئے دکھائی دی۔ہاتھ ہلاتے ماہم نے اسے پاس آنے کا اندیہ دیا۔آریانہ نے انھیں دیکھا،،توان کی

جانب چل دی۔ڈیسک کے پاس آتے، بغیر کسی سلام دعا کے، ٹکٹ ان کے ہاتھوں میں تھماتے، وہ جانے کے لیے مڑ گئی۔

ماہم کو چڑھی تو بہت لیکن پھر ضبط کر گئی۔ صحیح دھچکا تو تب لگا جب نظر فلائٹ سٹیٹس پر گئی۔ جس بزنس کلاس کے لیے اتنے پاپڑ بیلے تھے، آجا کر وہی درمیانی کلاس فلائٹ ملی تھی۔ماہم تو صرف صدمے میں تھی لیکن حنانہ تو یوں تھی گویا کسی بھی وقت رو دے گی۔

"واٹ از دس،؟" چیخ کر اس نے، آڑیانہ کا بازو دبوچ کر، اسے واپس اپنے مقابل کھڑا کیا۔ چیکنگ افیسر ایک درمیان نی عمر حبشن تھی اور اب ان تینوں کو دیکھ رہی تھی۔

'[تم یہ کیسے کر سکتی ہو آریانہ! اکانومی کلاس۔" برٹش انگلش لہجے میں بولتے اس کی آواز میں یقین ٹوٹنے کا دکھ تھا۔

"تم لوگ اپنی اوقات دیکھو اور خواب دیکھو۔ تم لوگوں کی اوقات کے مطابق ہی میں نے ٹکٹ بک کروائی ہے۔ میرے آنکل فلائٹ مینجر ہیں بھی تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ تم لوگوں کے لیے بزنس کلاس بک کروا دیں۔" خالص انگریزی میں غرور سے بولتے وہ انہیں آئینہ اور اپنی اوقات دونوں دکھا چکی تھی۔

امڈتے آنسوؤں کو روکنے کے لیے حنانہ نے ٹشو سے منہ ڈھانپ لیا،اور سسکیوں سے رونے لگی۔

"تم ہمارے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہو آریانہ!" ماہم اب تک بے یقین تھی کہ اتنی بے وقوف سی لڑکی اتنی بڑی چال کیسے چل سکتی ہے۔ہاتھوں سے گالوں پر آتی نمی کو صاف کرتے وہ آریانہ کو دیکھ رہی تھی۔

"دن کے 16 گھنٹے جاب کرنے والوں کو اتنے اونچے خواب نہیں دیکھنے چاہیے۔تم لوگوں کی یہی اوقات ہے۔" اسے اپنے کیے پر ہرگز شرمندگی نہیں تھی۔

"میم!آپ ہمارے کسٹمرز کے ساتھ اتنی بدتمیزی نہیں کر سکتی۔" اس کی سنگ دلی پر سیاہ فام آفیسر کے دل کو کچھ ہوا۔

"ہمارے معاملے میں بولنے کی ضرورت نہیں۔بدلحاظی سے اس نے آفیسر کو بھی ٹوک دیا۔

"شکر کرو کہ فلائٹ بک کروادی ہے۔بائے روڈ روانہ نہیں کیا تم لوگوں کو۔تم براؤن پیپلز، ہمیشہ ہم لوگوں کا مقابلہ کرنے کی کیوں کوشش کرتے ہو؟ہم لوگوں کا مقابلہ جو بھی کرتا ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔"

حقارت سے کہتے وہ جا چکی تھی۔ بات اب قومیت اور رنگ پڑ آگئی تھی۔ یہ جملے تو سیاہ فارم کے دل کو چیر گئے۔ گوروں کی سیاہ فارم سے نفرت کسی سے ڈھکی چھپی تو نہیں۔ جس دکھ سے وہ گزرے تھے، اب اسی دکھ سے کسی اور کو گزرتے دیکھتے، سیاہ فام عورت کا دل کٹ گیا۔ ٹکٹ ہاتھ میں تھامے وہ دونوں اکانمی کلاس کاؤنٹر کی جانب جانے کے لیے مڑی۔ سارا سفر اور خوشی غارت ہو چکی تھی۔

"[ایک سیکنڈ میم! ادھر آئیں۔ سیاہ فارم عورت نے انہیں روکا۔ ہچکی بھرتے ماہم نے مڑ کر عورت کو دیکھا اور بیگ گھسیٹتے دوبارہ کاؤنٹر تک آئی۔

"یس۔" وہ اس کے جواب کی منتظر تھی۔ البتہ اس دوران حنانہ بار بار ناک پونچھ کر دکھ کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میم آپ کی ڈومیسٹک فلائٹ ہے یا انٹرنیشنل۔ کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے وہ مگن تھی۔

"ڈومیسٹک!" بتاتے ہوئے بھی دکھ ہو رہا تھا۔ مسکرا کر سنتے وہ ٹیلی فون سے کسی کو کال ملا چکی تھی۔ چند منٹوں بعد اس نے فون رکھا تو دونوں اس کی منتظر تھی۔

"آپ کی ٹکٹ؟" ہاتھ بڑھاتے ہوئے اب ٹکٹ مانگ رہی تھی۔

"کیا ہماری اس ٹکٹ میں بھی کوئی مسئلہ ہو گیا ہے؟ دونوں ٹکٹ اس عورت کو تھماتے ہوئے از حد پریشان لگ رہی تھی۔ سیاہ فام عورت مسکرائی۔ ٹکٹ لے کر کی بورڈ پر انگلیاں چلا کر، چند لمحوں بعد اس نے انہیں دو پاس تھمائے۔ ایسے لوگوں کی وجہ سے اپنا دن برباد نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارے کسٹمرز پریشان ہوں ہمیں یہ گوارا نہیں۔ ہم نے آپ کی ٹکٹ بزنس کلاس پر اپگریڈ کر دی ہے۔Have a comfortable journey mam۔

پاس ہاتھوں میں تھماتے، وہ سادگی سے مسکراتے، انہیں حقیقی خوشی دے گئی تھی۔

"کیا سچ میں؟" پاس دیکھتے وہ اب تک بے یقین تھیں۔

"جی میم!" سیاہ فام عورت نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ دونوں خوشی سے اچھل پڑی۔ ارد گرد کے لوگوں نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔

"ہم بزنس کلاس میں اپگریڈ ہو گئے ہیں۔ یاہو یاہو!" خوشی سے تمام عملے کا شکریہ ادا کرتے وہ دونوں اب چہکتے ہوئے، بورڈنگ ٹنل کی طرف جا رہی تھیں۔ اور کون جانے کہ اس خوشی کی کتنی بھاری قیمت چکائی ہے انھوں نے۔

جہاز میں اپنے کیبن میں بیٹھتے، ریلکس ہوتے، سیٹ بیلٹ لگاتے ہوئے دونوں پر سکون اور مطمئن تھیں۔ سائیڈ بیگ سے موبائل نکالتے، آریانہ کو شکریہ، مشن سکسیس فل کا میسج، اور تھمزاپ کا ایموجی بھیجنے کے بعد، وہ اب حنانہ کی جانب متوجہ تھی۔

"تمہیں یقین تھا کہ یہ پلان کامیاب رہے گا؟" وہ جیسے اب تک بے یقین تھی۔

"ہاں! 95 فیصد یقین تھا۔ پانچ فیصد ڈر بھی لگ رہا تھا کہ اگر کامیاب نہ ہوئی تو کیا ہوگا؟ ویسے کیا اداکاری کی ہے تم نے۔ میں تو امپریسڈ ہو گئی تم سے۔" کندھے پر ہاتھ مارتے اسے سراہا گیا۔

"چپ کرو! میری تو ہنسی نہیں قابو ہو رہی تھی۔ بمشکل ٹشو آگے رکھ کر ہنسی کنٹرول کی تھی میں نے۔ اوپر سے رونا آ نہیں رہا تھا تو زبردستی ٹشو سے رگڑ رگڑ کر ناک سرخ کی میں نے۔" اپنا ناک سہلاتے وہ اپنا کارنامہ بتایا۔

"[ویسے آپس کی بات ہے، ہم شاید دنیا کہ پہلے انسان ہیں، جنہوں نے پیسے دے کر زبردستی بے عزتی کروائی ہے اپنی۔" ماہم کو بجائے شرمندگی کے ہنسی آ رہی تھی۔

"دیکھا تھا کیسے سو یورو کے لیے منہ کھولا تھا اس آریانہ نے۔ بمشکل منت ترلہ کر کے 50 یورو کروائے تھے۔""ہمم م م م م! ویسے اس موٹی نے دماغ اور زبان کا استعمال کافی اچھا کیا ہے آج۔" ماہم اس کی اداکاری سے متاثر تھی۔

"یہ چھوڑو! مجھے تو ہم دونوں سے ہیکرز اور گینگسٹرز والی فیلنگ آ رہی ہے۔" جتنا حنانہ ماہم سے اس پلان کے لیے لڑی تھی، اب اتنا ہی خوش تھی۔

"سچی! اوپر سے بزنس کلاس کی وائب ہی الگ ہے۔ ایک ایک چیز کو ٹٹولتے، حنانہ کی رائے سے اس نے اتفاق کیا۔" کچھ یاد آنے پر اس نے ماتھے پر ہاتھ مارا، اور جلدی سے اپنے ہینڈ کیری کہ زپ کھول کر، کچھ ڈھونڈنے لگی۔ کچھ لمحوں کے تردد کے بعد، اس نے بیگ واپس رکھا تو اس کے ہاتھ میں کم و بیش ڈیڑھ لاکھ کی مالیت ایک سرخ مہنگے پرفیوم کی بوتل تھی۔

حنانہ کو مسکرا کر دیکھتے اس نے فخریا انداز میں، پرفیوم خود پر چھڑکا۔ خون، طاقت، کشش، اور کلاس کی علامت، سرخ Baccarat Rouge540 کی خوشبو، فضا میں پھیل گئی۔ ایمبر وڈ، سیڈر، اور فر کے ٹاپ نوٹس کے ساتھ، پرفیوم اپنی قدر و قیمت بتانے کے لیے، کافی تھا۔

"یااللہ! یہ اس قدر مہنگا اور سحر انگیز پرفیوم تم نے کہاں سے خریدا؟"

خوشبو حواسوں پر سوار ہو گئی۔ حنانہ پوچھے بغیر رہ نہ سکی۔

"ابے چپ کر۔ خریدا کی کچھ لگتی۔ خریدا نہیں ہے آریانہ کے بیگ سے اٹھایا ہے۔ اسے سے کیا لگتا ہے، کہ وہ ماہم سے پیسے بٹور لے گی۔ ناممکن!"

حنانہ کی آنکھیں پھٹی گئی۔ "کس قدر بڑی چور ہو تم ماہم!"

"چپ کرو!۔ چوری نہیں کی میں نے۔ BARTER COLLABORATION کی ہے ہم دونوں نے۔" وہ شرم والے دن پیدا ہی نہیں ہوئی تھی تو شرم کیوں کرتی۔

"تم بھی لگالو۔" ساتھ ہی پرفیوم کی بوتل اس کی طرف بڑھائی گئی۔

"نہیں! تمہارا شکریہ! تمہیں ہی مبارک ہو تمہارا یہ مہنگا پرفیوم۔" ماہم نے اسے ایک بیزار نظر سے نوازا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں تو ناں سہی۔ تمہاری مرضی۔ پرفیوم بند کرتے واپس بیگ میں ڈالا اور ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

وہ دونوں اس وقت خوش تھیں۔ بے حد خوش تھیں۔ اور یہ خوشی انہیں کب تک راس رہنے والی تھی۔ دیکھتے ہیں!

ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت کے بعد، جہاز پیرس کی سرزمین پر لینڈ کر گیا۔ جہاز لینڈنگ کی اناؤنسمنٹ ہوئی اور تھوڑی دیر بعد جہاز کے ٹائر نے گیلی سڑک کو چھوا۔ چیکنگ اور دیگر ائر پورٹ کی فارمیلیٹیز کے بعد جس وقت وہ لوگ باہر نکلے، شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ محبتوں اور حسن کا شہر، پیرس اس وقت ان کے قدموں تلے تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھے اب وہ سر گھما گھما کر ارد گرد دیکھ رہی تھیں۔ یادوں کی بستی، عشق کا سنگم، تنہائی کا ہنر اور خوابوں کا شہر، پیرس بذات خود ایک فن تھا۔ ہر گلی میں خوشبو، ہر کیفے میں زندگی۔ فضا میں ایک دلکش خاموشی تھی۔ لوگ دھیرے دھیرے چلتے، ایک دوسرے کو دیکھتے، باتیں

کرتے، بارش کی بوندوں میں، سڑک کنارے چلتے، زندگی کی روانی کا باعث تھے۔ جس وقت وہ لوگ ہوٹل پہنچے، شام گہری ہو چکی تھی۔ اینٹرس پر کرن نے اس کا استقبال کیا۔ کمرہ پہلے ہی سے بک تھا لہذا کمرہ نمبر پوچھتے، وہ مطلوبہ کمرے تک پہنچیں۔

اسٹاف کے سامنے ماہم نے خود کو بمشکل تہذیب کے دائرے میں رکھا اور اسٹاف کے جاتے ہی وہ بیڈ پہ ڈھے گئی۔ بیڈ پر اچھل اچھل کر اس نے سفید بیڈ شیٹ کا حال بگاڑ دیا تھا۔

"حنانہ! یاہووو! دیکھو کتنا مزہ آرہا ہے۔" وہ خوشی سے پاگل ہی ہو گئی تھی۔ حنانہ اس کی خوشی دیکھ کر مسکرائی۔

"یار! تم بھی آؤ ناں!" ہاتھ تھامے اب وہ حنانہ کو بھی بیڈ پر کھینچ چکی تھی۔ اس کے اصرار پہ حنانہ بھی اچھلنے لگی۔ اور اب وہ دونوں بیڈ پر اچھلتے، خوشی سے چیخ رہی تھیں۔ ماہم نے سفید نرم تکیہ اٹھایا اور حنانہ کو دے مارا۔ حنانہ حملے کے لیے تیار نہیں تھی، سو بیڈ پر گر گئی۔ حنانہ نے بھی دوسرا تکیہ اٹھایا، اور کھڑے ہو کر ماہم کو دے مارا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کو تکیوں سے پیٹ رہی تھیں۔ ڈراموں اور فلموں کی طرح، سفید تکیوں سے پر نکلتے ارد گرد پھیل رہے تھے۔ منزل پر فسوں اور مکمل تھا۔ ان کے قہقہے کمرے میں گونج رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حنانہ نے ایک آخری تکیہ ماہم کو مارا، اور تھک کر لیٹ گئی۔ ماہم کی بھی بس ہو گئی سو، وہ بھی وہیں ڈھے گئی۔

ہوا میں سفید پر ابھی بھی اڑ رہے تھے۔ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے دونوں مسکرا دی۔

"جلدی سے کمرے کی صفائی کر لو، ابھی وہ کھانا دینے آئیں گے، تو کمرے کی حالت دیکھ کے کیا سوچیں گے؟"

بالآخر ماہم کو اپنے سٹیٹس کی فکر پر گئی۔ اتنی مشکل سے تو ان کے سامنے امیروں والا تاثر قائم کیا تھا۔ اب کمرے کی حالت دیکھتے تو کیا سوچتے؟ لہذا جلدی سے اٹھی اور تکیوں میں پر دوبارہ بھرنے لگی۔ حنانہ کہنی بیڈ پر ٹکائے اس کو سکون سے دیکھ رہی تھی۔

"تم بھی ہاتھ چلا لو کہ نہیں دل کر رہا تمہارا۔" ماہم نے اس کو سکون سے لیٹے دیکھا، تو کھول اٹھی۔

"نہیں تم کرو۔ تم زیادہ پیاری لگ رہی ہو۔" کمینی سے مسکراہٹ کے ساتھ، حنانہ واپس لیٹ گئی۔ بحث میں مزید وقت ضائع کیے، ماہم نے جلدی جلدی ہاتھ پیر چلائے، اور چیزیں سمیٹ دیں۔

"چلو اب منہ ہاتھ دھولو۔ کھانا کھانے کے بعد ابھی ہم نے گھومنے بھی جانا ہے۔"

واش روم سے فریش ہو کر باہر آتے، حنانہ کو بھی تنبیہ کی۔

"اچھا اٹھ رہی ہوں۔ اور بجائے اٹھنے کے حنانہ، وہیں لیٹتی رہی۔" ماہم نے اسے ایک نظر دیکھا، اور اپنے بیگ میں سے چیزیں نکالنے لگی۔ تیار ہونے کے بعد وہ فرصت سے اسے ذلیل کرے گی۔ یہ وہ تہیہ کر چکی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کرن کی دوست مائرہ صدیق اپنی برتھ ڈے پارٹی Café de l'Homme– ریسٹورنٹ میں دے رہی تھی۔ کرن نے ماہم اور حنانہ کو آنے کی خصوصی تاکید کی تھی اور بے حد اصرار کیا تھا۔ اور گفٹ لانا سختی سے منع تھا۔ "جیسے ہم تو کوئی گفٹ لا رہی تھیں نا۔۔۔" ماہم نے سنا تو ہنس دی۔ ماہم کو اور کیا چاہیے تھا؟ مفت کا کھانا، ایک اچھا ریسٹورنٹ، اور بغیر خرچہ کیے ایک برتھ ڈے پارٹی۔ زندگی اس سے زیادہ اسے کیا خوشی دے سکتی تھی؟ بارہ بجے کے قریب وہ دونوں روف ٹاپ پر بنے، اس اوپن ایئر ریسٹورنٹ پہنچ چکی تھی۔ رات کا وقت

تھا ماحول پر فسوں، اور فضا ٹھنڈی تھی۔ دور برقی قمقموں میں نہایا، ایفل ٹاور، پوری شان اور قد کے ساتھ کھڑا تھا۔ وول کے جیٹ بلیک باڈی کون ڈریس میں ملبوس، مائرہ سب کو گرمجو شی سے مل کر مبارکبادیں وصول کر رہی تھی۔ کرن پارٹی کے تمام انتظامات دیکھ رہی تھی۔ جس وقت وہ پہنچی، ان کی کچھ کلاس فیلوز، اور کرن کی قریبی دوست وہیں پہنچ چکی تھیں۔ حنانہ اور ماہم کو دیکھتے، مائرہ ان کی جانب بڑھی اور گرم جوشی سے گلے ملی۔ مائرہ کو دیکھتے، کرن بھی اپنی دوستوں سے ایکسکیوز کرتے، ان کو ریسیو کرنے آگے بڑھی۔ فارمیلٹی کے لیے، خریدے گئے، تازہ پھولوں کا بکے، اور چاکلیٹس کا ڈبہ حنانہ نے کرن کے سپرد کیا۔ جسے سر کے خفیف اشارے کے ساتھ، اس نے مسکراتے ہوئے قبول کیا۔

"میں نے خصوصی منع کیا تھا کچھ بھی لانے سے۔ لیکن آپ لوگوں کی محبت ہے کہ آپ لوگ پھر بھی لے آئیں۔" ان کو ان کے لیے، مختص ٹیبل دکھاتے، وہ باقی لوگوں سے ملنے کے لیے چل دی۔

جیسے ہی 12 بجے، آسمان آتش بازی سے، جگمگا اٹھا۔ تمام لڑکیوں نے چیخ چیخ کر، اور جوش سے تالیاں پیٹ پیٹ کر، مائرہ کو سالگرہ کی مبارک باد دی۔ کیک کاٹنے کے بعد وہ تمام دوست

اپنے رقص میں مصروف ہو گئیں۔جب کہ حنانہ ٹیبل پہ بیٹھی ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لے رہی تھی۔ماہم کے اندر کی شکیرا shakira ڈانس کرنے کے لیے،اُمڈ اُمڈ کر باہر آ رہی تھی، لیکن یہ حنانہ کی گھوریاں ہی تھیں جنہوں نے اب تک اسے،سیٹ پر بیٹھنے پر مجبور کیا ہوا تھا۔

اب منظر کچھ یوں تھا کہ ماہم فل بگڑے تاثرات کے ساتھ،ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتی،حنانہ کو گھورے جا رہی تھی۔اور حنانہ اس سب سے بے نیاز، کھانا کھانے میں مصروف تھی۔

"اگر یہی سب کچھ کرنا تھا تو پھر تم مجھے لائی ہی کیوں؟اس سے زیادہ دیر وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔"

"کیا مطلب یہی سب کچھ۔؟اگر ایک ڈانس نہیں کرو گی تو تم نہیں مرو گی۔دیکھو باقی لوگ بھی تو پارٹی انجوائے کر ہی رہے ہیں نا!تم بھی شاباش کرو۔" وہ اسے باقی ٹیبلوں پہ بیٹھے،دیگر لوگوں کی طرف اشارہ کرتے، کہہ رہی تھی،۔

"بہت شکریہ تمہارا۔ایسے انجوائے سے میں ویسے ہی اچھی،"۔اور حنانہ اس کے تاثرات پر ہنس دی۔شدید ناراضگی کے باوجود بھی ماہم نے کھانے کے ساتھ انصاف پورا کیا تھا۔بس

Clubb of Quality Content

ایک ڈانس تھا جو اس نے نہیں کی کیا تھا اور اسی ایک بات کا دکھ اسے کھائے جا رہا تھا۔ پارٹی شاید دیر رات تک چلتی، اسی لیے حنانہ ماہم کو گھسیٹتے، مائرہ اور کرن دونوں سے معذرت کرتے، ڈیڑھ بجے کے قریب ہوٹل واپس آچکی تھی۔ آنے سے قبل وہ مائرہ اور اس کی دوست سے، تقریب کے لیے، لیے جانے والے پاس نہیں بھولی تھی۔ اور صرف ان پاس کو دیکھ کے ماہم کا موڈ اب خوشگوار تھا۔ جس وقت مائرہ نے، حنانہ کو پاس تھمائے، حنانہ نے چونک کر ارد گرد دیکھا۔ کیا ہوا۔؟ مائرہ اور ماہم نے دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

"کچھ نہیں وہ مجھے لگا جیسے ہمیں کوئی دیکھ رہا ہے۔" اس کی بات پر مائرہ مسکرائی۔

وہ تو پھر کب سے مجھے بھی لگ رہا ہے کہ کوئی ہمیں دیکھ رہا ہے۔ ہم روف ٹاپ پہ پارٹی کر رہے ہیں تو سب لوگوں کی نظریں ہم پر ہی ہیں۔ ظاہری سی بات ہے لوگ ہمیں دیکھیں گے ہی۔" مائرہ نے بات ٹالنی چاہی لیکن حنانہ کو تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ اس کی چھٹی حس اسے مسلسل الارم دے رہی تھی، لیکن وہ کسی بھی نتیجے پر پہنچنے کے بارے میں بے بس تھی۔

سر جھٹکتے، وہ دونوں، ریسٹورنٹ سے باہر آگئی تھیں اور حنانہ کا شک بالکل ٹھیک تھا۔ دو آنکھیں، مسلسل ان کا تعاقب کر رہی تھیں۔ وقت قریب آرہا تھا، اور شکاری اپنے شکار کو

پوری طرح اپنے جال میں پھنسا چکا تھا۔دیکھتے ہیں کہ کہ دوہرنیں، جال سے بچ پاتی ہیں یا نہیں۔!

رات دیر سے سونے کے باعث، وہ دونوں اگلے دن، ایک بجے کے قریب اٹھی۔آج کے دن کے بارے میں ان کا ویسے بھی کوئی خاص پلان نہیں تھا، سوائے اوکرا کی تقریب کے، سو دونوں سستی سے کمرے میں ہی رہیں۔روم سروس سے وہ کھانا، کمرے میں منگواتی، اور شام تک، مووی دیکھتے انجوائے کرتی رہیں۔آج شام اوکرا تقریب تھی, اور اب وہ سر شام، اس تقریب کے لیے تیار ہو رہی تھیں۔سردیوں کے دن ویسے بھی چھوٹے ہوتے ہیں، اور دھند سر شام ہی، فضا کو گھیرے میں لے لیتی ہے، اس لیے وقت کا کچھ خاص اندازہ نہیں رہتا۔شام سات بجے کے قریب، وہ اوکرا کی تقریب کے لیے **Palais okra Garnier پہنچ چکی تھی۔** سی گرین، پیروں کو چھوتے، فٹ سے فراک میں Veil Fascinator"(روایتی ہیٹ کی جگہ، سر پر لگائے جانے والی، ہیڈ نما accesory جو پورے سر کو ڈھکنے کی بجائے، چوتھائی سر کو ڈھکتی ہے اور سر پر ہیڈ بینڈ یا کلپ کی مدد سے لگائی

جاتی ہے۔اس کے ساتھ جڑا نیٹ کا ایک سرا، ایک انکھ کو ڈھکتا ہے۔) پہنے،، پیرس او کرا، اور شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والی خواتین کے معیار پر پورا اتر رہی تھی۔ بائیں ہاتھ سے فراک کو چٹکیوں میں تھامے، دائیں ہاتھ سے، تنکوں اور نیٹ کے امتزاج سے بنے پنکھے کو نزاکت سے جھلاتے، سہج سہج کے قدم رکھتے، وہ چل رہی تھی۔اس کے ساتھ، چیک پرنٹ، سیاہ، ٹیکسچر ڈبلیزز اور سکرٹ سیٹ پہنے، سر پر سیاہ ہی Fascinator لگائے، حنانہ اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ قدیم فن تعمیر کا منہ بولتا ثبوت، او کرا تقریب کا یہ، قدیم برطانوی طرز کا ہال، بذات خود ایک شاہکار تھا۔ ہزاروں ہا، زرد موم بتیوں سے سجے قدآور فانوس، پورے حال میں، ترتیب سے کثرت میں لگے ہوئے تھے۔ ہال کی چھت خالص سونے کے نقش و نگار سے آراستہ تھی۔ دیواروں پر، مختلف ادوار اور واقعات کی، آئل پینٹنگ موجود تھی۔ داخل ہونے پر ایسا لگتا تھا، انسان کسی قدیم شاہی تقریب میں داخل ہو گیا ہے۔

ماہم کا لباس صحیح و نپیچ طرز کا تھا، جب کہ حنانہ کے لباس میں تھوڑا جدید ٹچ تھا۔ یہاں پر داخل ہونے کے بعد اسے معلوم ہوا، کہ لباس کی لمبائی، یہاں عزت کی نشانی ہے۔ جتنا لمبا لباس، اتنے باعزت خاندان سے تعلق۔ ماہم کا فراک، پیروں کو چھوتا، فرش پر سلامی دے رہا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔ جبکہ حنانہ کے سکرٹ کی لمبائی ٹخنوں تک تھی۔ نیچے اس کے بلیک پوائنٹ کورٹ شوز صاف دکھ رہے تھے۔ بلاشبہ وہ دونوں حسین لگ رہی تھی لیکن لوگ، ماہم کے لباس کی لمبائی، اور حنانہ کی سکرٹ کے باعث، حنانہ کو ماہم کی ماتحت سمجھ رہے تھے۔ پاس چیکنگ کے دوران، جب سیکیورٹی پر موجود گارڈ نے ماہم سے اس کے اعلی حسب و نصب کو اس کے لباس پہ محمول کرتے، حنانہ کو اس کی ماتحت سمجھا، ٹھنڈ کی ایک لہر تھی، جو ماہم کے اندر سرایت کر گئی۔ تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے حنانہ کو دیکھا۔ اور ایک ادا سے دستانے سے سجے ہاتھ سے، فیسینیٹر کو درست کرتے، پنکھا جلاتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ سینے تک آتے، سفید چادروں سے ڈھکے میزوں کے گرد کھڑے ہوتے لوگ ہاتھوں میں، شیشے کے وائن گلاس جن کے سرے اور، پیندے پر چاندی اور نگوں کا کام ہوا تھا، تھامے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ پھولوں سے آراستہ کسی ایسے ہی میز کے گرد، وہ دونوں کھڑی تھیں۔

"حنانہ! سوچو! اگر ہم یہ چاندی کے گلاس چوری کر کے بیچیں، تو کتنی منافع ہو گا ناں ہمیں۔" اس کی نظر ہاتھ میں تھامے چاندی کے گلاس پر تھیں۔

"تم، کہیں پچھلے جنم میں چور تو نہیں تھی۔" حنانہ کو اس پہ شک ہوا۔ماہم کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"حنانہ اگر ہم یہ چوری کر کے بیچیں تو کتنا منافع ہو گا نا!۔۔۔" حنانہ نے منھ کے زاویے بگاڑ کر اس کی نقل اتاری۔

"خاتون، !ہاتھوں مین نزاکت لاؤ تھوڑی۔ تھوڑا ادب سیکھو،اس طرح کی تقاریب میں اٹھنے بیٹھنے کے آداب کسی نے نہیں سکھائے کیا۔" اس کو حنانہ کا نقل اتارنا پسند نہیں آیا تھا

۔"اچھاااااا! یہ ادب وآداب ابھی چوری کا مشورہ دیتے ہوئے کہاں تھے؟" حنانہ نے بھی ادھار نہیں رکھا پھر اس کا۔

"زبان بند کرواپنی۔۔" حنانہ کو جواب دیتے،ماہم کی نظر ہال کے ایک کونے کی جانب اٹھیں تو آنکھیں خوشی سے چمک گئیں۔ایک طویل میز پر، پیسٹریز، کیک، چاکلیٹ، براونیز اور دیگر چیزوں کا انتظام تھا۔ماہم کو اور کیا چاہیے تھا۔اس نے نہ آؤ دیکھا نا تاؤ، سیدھا میز پر جا پہنچی۔ باریک نیٹ کے دستانوں والے ہاتھ سے، پلیٹ تھامے، وہ چیزیں پلیٹ میں بھر رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہائے! حنانہ آتے ہوئے ہم کوئی بیگ یا شاپر ہی لے آتے۔ قسم سے مزہ آجاتا، گھر جا کر بھی کھاتے۔" ارد گرد دیکھتے وہ دو تین منی چاکلیٹ منہ میں بھی ڈال چکی تھی۔

"ہاں پھر گارڈ ہماری تلاشی لیتا اور ادب اور وقار اسی داخلی دروازے سے رخصت ہو جاتا، جس سے، کچھ دیر قبل گزرتے ہوئے تم مجھے ادب کا درس دے رہی تھی۔" اس کی عزت افزائی کم تو نہیں ہوئی تھی، لیکن وہ ماہم ہی کیا جو اثر لے۔

"بات سنو!" اب کی بار ذرا حنانہ کے کان کے قریب کھسکی۔

"امیجن کرو' یہاں کوئی بلینیر مجھ پر لٹو ہو جائے۔۔۔ آئے ہائے، مزہ آجائے گا قسم سے۔ تمہیں بھی عیش کرواوں گی۔" حنانہ صرف ہنس ہی سکتی تھی سو ہنستی رہی۔ جی بھر کر ٹھونسے اور حنانہ کے مشاہدے کے مطابق، چیزیں سٹور کرنے کے بعد، وہ اب واپس، ہال کے وسط میں پہنچ چکیں تھیں۔ رقص کا آغاز ہو چکا تھا اور کپل ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے محو رقص تھے۔

"مجھے آج اگر کسی نے ڈانس کی آفر کی تو خبر دار جو تم نے بیچ میں ٹانگ اڑائی۔۔۔ کل رات والی بات میں ابھی بھولی نہیں ہوں۔" اس نے پہلے سے ہی خبر دار کرنا ضروری سمجھا۔

آج قدرت شاید ماہم پر مہربان تھی۔اس لیے بلیک ٹیکسڈ سوٹ میں ملبوس ایک مرد،ان کی جانب آتا دکھائی دیا۔گندمی رنگت اور دراز قامت مرد،ان کے قریب پہنچنے پر مسکرایا۔اس کے بدن پر موجود سوٹ،اس کے چمکتے بوٹ،کلائی پر بندھی بیش قیمت،اس کی دولت کا پتہ بتانے کیلئے کافی تھے۔ماہم کو دیکھتے اس نے،بایاں ہاتھ کمر پر جماتے،دایاں ہاتھ،اس کے سامنے پیش کیا۔

Hey ! My beautiful lady! Whats your name?Will you dance with me?

سر کو ہلکا سا خم دیتے،وہ اس کے جواب کا متمنی تھا۔حنانہ کے مسکراتے لب،سمٹے جبکہ ماہم کے تو مزید پھیل گئے۔آنکھوں تک آتے فیسینیٹر کے نیٹ کو اک ادا سے صحیح کرتے،وہ ہلکا سا مسکرائی

Maham .....Maham Parker۔۔۔۔حنانہ نے معلومات میں اضافہ کیا۔ماہم کو چڑھی تو بہت لیکن پھر ضبط کر گئی۔

!شائستگی سے سر ہلاتے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔اس سے قبل کے اس کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کو چھوتا۔حنانہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔۔۔۔

Lady Parker!Sir will be mad!.....we are getting late....

حنانہ کو اس نے کام والی کہہ تو دیا تھا۔اب اس نے بدلا بھی تو لینا تھا۔متانت سے اسسٹنٹ کے انداز میں کہتے وہ ہاتھ کے اشارے سے،اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کر رہی تھی۔مردان دونوں کو دیکھتے معنی خیزی سے مسکرایا۔وہ دونوں آگے بڑھ گئیں اور وہ مرد وہی کھڑا رہا۔۔۔۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔۔بڑی معنی خیز سی مسکراہٹ۔۔۔

"کیا ضرورت تھی یہ بکواس کرنے کی۔۔۔۔اچھا بھلا ڈانس کرنے والی تھی میں۔۔۔تم نے خوامخواہ اندر اپنی گاڑی چلا دی۔"ماہم کا صدمہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔ہائے ماہم اور ماہم کے چھوٹے چھوٹے دکھ۔

"چپ کریں لیڈی پارکر! ندیدوں کی طرح امیر لڑکوں کو تاڑتے آپ کی اخلاقیات اور آداب کہاں چلے گئے تھے۔۔۔" اس کو چڑا کے الگ قسم کی خوشی حنانہ کو محسوس ہو رہی تھی۔

"ہمم م م م! تب آپ کے ادب و آداب کنویں میں چلے گئے تھے کیا۔ اس کو خاموش دیکھتے حنانہ کو مزید شہ ملی۔

"زبان بند رکھو اپنی۔ اگر اب دوبارہ کوئی بکواس کی نا تو دیکھنا، آداب اور اخلاقیات کے اسی کنویں میں دھکا دے کر، موت نامی ڈھکن سے کنواں بند کر دوں گی۔ سمجھی!

بس اب اس سے زیادہ ماہم اسے برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ حنانہ نے مسکراہٹ روکی۔

"اچھا اسے چھوڑوں۔ مائرہ سے رابطہ کرو نا۔ وہ اور کرن ابھی تک پہنچی کیوں نہیں"۔

"لیٹ نائٹ پارٹی کی ہو گی نا۔ تو لیٹ سوئی ہوں گی۔۔۔ تبھی لیٹ ہو گئی ہو گی"۔ ماہم نے اندازہ لگایا۔

ہمم م م م! حنانہ نے اتفاق کیا۔

یار مجھے نہیں پتہ۔۔مجھے ڈانس کرنا ہے۔اس کی سوئی ابھی تک ڈانس پہ اٹکی ہوئی تھی۔

کچھ سوچتے حنانہ کے لب مسکرائے۔

"چلو آؤ ڈانس کریں۔"وہ اس کا ہاتھ تھامے اب اسے رقص کرتے لوگوں کے ہجوم میں لے آئی تھی۔

"کیا سچ میں!"۔وہ بے یقین سی تھی۔

"ہاں!"اس کے تاثرات حنانہ کو مزہ دینے لگے۔حنانہ سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کندھے پر رکھا اور دوسرا ہاتھ اپنے

"ہاتھ میں تھامے،sway گانے کی لے پر رقص کرنے لگی۔

ماہم کی خوشی دیکھنے لائق تھی۔وہ دعوی سے کہہ سکتی تھی کہ کسی مرد کے ساتھ ڈانس کرتے،اسے اتنی خوشی نہیں ہونی تھی، جتنی اس وقت حنانہ کے ساتھ رقص کرتے ہو رہی تھی۔ہر کوئی اپنے آپ میں مگن تھا،کسی کے پاس، کسی دوسرے کو دیکھنے کا وقت نہیں تھا۔رقص کرتے حنانہ نے اسے گھمایا،اور اب وہ ایک ہاتھ تھامے،دوسرا ہوا میں پھیلائے ،رقص میں مصروف تھیں۔ارد گرد کپلز،ڈانس کر رہے تھے اور ان کے درمیان،وہ دونوں،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاتھ تھامے رقص کر رہی تھیں۔ منظر مکمل تھا۔ پسند دیدہ عورت کے ساتھ، اوکرا کی تقریب میں ڈانس کرنے کی خوشی، ہر چیز سے بالاتر تھی۔ وہ دونوں کھلکھلا رہی تھیں۔ کرن سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا اور نہ ہی وہ تقریب میں کہیں دکھی تھی۔

رقص ابھی بھی جاری تھا لیکن وہ تھک کر رک چکی تھیں۔ ماہم کی مسکراہٹ تو رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"یار! حانی مجھے ابھی بھی یقین نہیں آرہا کہ تم نے میرے ساتھ ڈانس کیا ہے۔۔۔۔ یار آئی کانٹ ایکسپلین۔ آئی لو یو۔۔۔ آئی رئیلی لو یو۔۔۔" زور سے گلے ملتے، وہ محبت سے اس کی گال کے ساتھ گال زور سے رگڑتے بولی۔

"اچھا۔۔ اب بس کرو۔۔۔ یہ ڈانس تمہارے ساتھ اس لیے کیا ہے کہ تم اب کسی لڑکے کے ساتھ ڈانس نہیں کرو گی۔ سنا تم نے۔" وہ ذرا ایموشنل ہو رہی تھی تبھی حنانہ نے اسے یاد دلایا کہ اس نے ڈانس کیوں کیا ہے۔

Clubb of Quality Content

"پکا۔ نہیں کرو گی۔ بے فکر رہو۔" اور ماہم بغیر کسی بحث کے مان بھی گئی تھی۔ حنانہ مسکرا دی۔ ہوتے ہیں نا کچھ دوست، جن کے لیے آوٹ آف داوے جا کر بھی انسان بہت کچھ کر لیتا ہے۔ اور انسان کو ذرا بھی برا نہیں لگتا۔ بس ماہم انہی دوستوں میں سے تھی۔

'[یار میں ذرا کرن اور مائرہ کا پتا کر لوں۔ کہاں رہ گئیں یہ دونوں۔ فون کان سے لگائے وہ خاموشی والی جگہ پہ چلی گئی۔ ماہم اسے ہی دیکھ رہی تھی جب اس کی پشت سے ایک مردانہ آواز ابھری۔

ہیلو! مائی لیڈی! مخاطب وہی دراز قامت مرد تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو بے ساختہ نموشی ہوئی لیکن پھر ماہم تھی۔ کتنی ہی دیر شرمندہ رہتی!

سر کے اشارے سے خطاب قبول کیا گیا۔

(امید کرتا ہوں تنگ نہیں کیا ہو گا۔ آپ کو دیکھا تو رہا نہیں گیا۔ کیسی ہیں آپ؟

"ایم فائن۔ میں زرا اپنے ہزبنڈ سے بات کر لوں"۔ مرد کی شکل بتا رہی تھی کہ وہ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑا ہے۔ فون فراک کی اندرونی جیب سے نکالتے، وہ حنانہ کے پاس جانے کی

تیاری کرنے لگی۔مرد مسکرایا۔۔۔،خالص محظوظ مسکراہٹ۔کسی کا جھوٹ پکڑ لینے والی مسکراہٹ۔

"آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی کہ آپ شادی شدہ نہیں ہیں۔" بالآخر اس شخص نے بات منہ پہ مار ہی دی۔اور آج سے قبل ماہم کو انگریزی زبان اور برٹش لہجہ اتنا برا نہیں لگا تھا۔

"چلیں اچھی بات ہے۔آپ کو خود ہی پتا چل گیا۔مزید جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہو گی"۔دستانے والے ہاتھ سے فیسینیٹر درست کرتے،ایک ادا سے اعتراف کیا گیا۔

مرد نے مسکراہٹ روکی۔

"ویسے آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی کیا؟۔مطلب آپ کافی دیدہ دلیری سے جھوٹ بولتی ہیں۔آئی ایم امپریسڈ!"۔ادب سے بے عزت کرتے،آخر میں سراہا گیا۔

"چلیں مجھے تو جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ایسا سوال پوچھتے آپ کو کون سا شرم آگئی ہے!اور شرم مجھے کیوں آنی چاہیے۔شرم تو لوگوں کو آنی چاہیے جو مجھ سے ایسے سوال پوچھتے ہیں۔لوگ مجھ سے ایسے سوال پوچھتے ہی کیوں ہیں جن کے جواب میں مجھے جھوٹ بولنا

پڑے۔"آہ! ماہم کی دودھاری زبان۔وہ بلاوجہ بے عزتی نہیں کرتی تھی۔لوگ بے عزت ہونے،خود چل کے اس کے پاس آتے تھے۔

سرمئی آنکھوں والے مرد کے کان بے ساختہ سرخ ہوئے۔انگلی سے ناک سہلاتے بات کو ہضم کرنے کی کوشش کی گئی۔ماہم کے تاثرات ایسے تھے جیسے کہہ رہی ہو کہ "اور سناو بیٹا! آیا مزہ"۔مرد نے آنکھیں چندھیا کر اسے چند لمحے دیکھا جیسے اندر ہی اندر طیش دبانے کی کوشش کر رہا ہو۔اور پھر وہ ایک لمحے میں تاثرات پر قابو پاتے،ہلکا سا مسکرایا۔

"پھر ملاقات ہوتی ہے۔"اس کے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا کہ ماہم کو سر اٹھا کر اسے دیکھنا پڑا۔اس نے ایک نظر مرد کی آنکھوں میں جھانکا اور ایک سرد لہر اس کے وجود میں سرائیت کر گئی۔

سی یو سون!۔یہ کہتے گندمی رنگت والے مرد نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے ماہم نے ٹرانس کی کیفیت میں تھام لیا۔اس پراسرار مرد نے اپنے بھاری مردانہ ہاتھ میں،ماہم کا ہاتھ ہلکا سا دبایا اور بغیر کچھ کہے مڑ گیا۔نوارد مڑا اور اپنے پیچھے کھڑے وجود سے ٹکرا گیا۔شاید نوارد اپنے پیچھے کھڑے وجود سے،اور مرد کے پیچھے کان لگا کر باتیں سننے کی کوشش کرتی

ہستی، مرد کے اچانک مڑنے سے لاعلم تھی۔ تبھی ٹکراؤ زبردست قسم کا تھا لیکن بے سود ہر گز نا تھا۔ایک لمحے میں اس راز سے پردہ ہٹ گیا تھا جس کے لیے کوئی عرصہ دراز سے متلاشی تھا۔آج شب اوکرا تقریب کے مہمان ایک ان دیکھے راز کے گواہ بن چکے تھے۔

"آئم سوری۔وہ میں نے دیکھا نہیں (مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ اتنی جلدی مڑ کر میرا پلین خراب کر دیں گے)۔" فیسینیٹر کو درست کرتے حنانہ شرمندہ نظر آئی۔چند لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔اور پھر بغیر کچھ کہے در و دیوار نے سیاہ بالوں والی لڑکی کو راستہ دیتے دیکھا۔لیکن یہاں اس ایک لمحے میں کچھ اور بھی وقوع پزیر ہوا تھا۔۔۔لیکن کیا؟۔۔۔۔۔یہ تو وقت ہی بتائے گا۔

زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر راستہ دیا گیا۔مرد معذرت قبول کرنے والے انداز میں سر ہلاتے، بغیر کچھ کہے روانہ ہو گیا۔

"یہ کیا کہہ رہا تھا؟" نوارد کے جاتے ہی حنانہ نے ماہم کو جالیا۔

"پتہ نہیں"۔وہ بولی تو اس کا انداز کچھ عجیب سا تھا۔اسے ماہم کچھ الجھی ہوئی لگی۔

Clubb of Quality Content

"کیا مطلب پتا نہیں۔وہ تم سے بات کر رہا تھا نا تو کیا کہہ رہا تھا"۔حنانہ کو بس بات جاننے کی جلدی تھی۔

"کچھ بھی تو نہیں کہا اس نے۔بس کہہ رہا تھا کہ مجھے آپ کے بارے میں پتہ ہے۔"اس کے لفظ اس کے تاثرات سے میل نا کھا رہے تھے اور وہ مسلسل وہیں دیکھ رہی تھی جس راستے سے وہ مرد گیا تھا۔حنانہ کو کچھ عجیب لگا۔کچھ بہت عجیب۔لیکن وہ خاموش رہی۔فلحال اس بارے میں بات کرنا اسے فضول لگا۔

"اچھا چلو ادھر آؤ۔۔۔کرن کو دیکھتے ہیں"۔ماہم کو لیے وہ آگے بڑھ گئی۔لیکن پیچھے ایک جانچتی نظر ڈالنا وہ نہیں بھولی۔

ماہم نے نخوت سے سر جھٹکا اور حنانہ کی جانب چل دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا ہوا کال نہیں اٹھا رہی کیا؟ حنانہ کے تاثرات دیکھے تو اندازہ لگا لیا۔

ہاں! پتہ نہیں کہاں رہ گئی ہے۔ چلو اندر چلیں۔ کال دیکھے گی تو خود ہی کال بیک کر لے گی۔

"ہاں نا چلو۔ شائد اندر ہی کہیں ہوں دونوں۔" ماہم اتفاق کرتے ہوئے اندر کی جانب چل دی۔

دو دن بعد؛

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

صبح خوشگوار اور ٹھنڈی تھی۔ آج بھی سورج نہیں نکلا تھا اور ہر جانب ہلکی ہلکی دھند تھی۔ ایسے میں Hotel de la Bourdonnais کی عمارت سے نکلتے وہ دونوں اب واک کرتے شہر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ صبح کا وقت تھا اور اکا دکا ہی لوگ تھے۔

ماحول کی خنکی خوشگوار اثرات مرتب کر رہی تھی۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ ایک دوسرے کے ہمقدم تھیں۔ کبھی کبھی دھند جھٹتی تو دور، پوری شان سے کھڑا ایفل ٹاور بھی اپنی ہلکی

سی جھلک دکھا دیتا۔ان کو چلتے بمشکل دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے جب ماہم کی نظر ایک گروسری سٹور پر گئی۔ایک لمحے کی تاخیر کی بغیر وہ Monoprix Grenelle نامی گروسری سٹور میں حنانہ کا ہاتھ تھامے داخل ہو چکی تھی۔یہ ایک حساب سے ٹورسٹ پوائنٹ ہی تھا لیکن ریسٹورینٹس کے مقابلے میں قیمت بہت مناسب تھی۔بیکری ایٹم کے سیکشن سے گزرتے وہ ساتھ ساتھ اشیاء کی قیمتیں بھی پڑھ رہی تھی۔فروزن ایٹم کے سیکشن سے گزرتے،آگے چلتی ماہم کی نظر،فروزن پرونز پر گئی۔حنانہ کی ان کے بارے میں ناپسندیدگی یاد آئی تو آنکھیں خوشی سے چمک اٹھی۔گردن موڑ کر اس نے پیچھے آتی حنانہ کو دیکھا اور چمکتی آنکھوں کے ساتھ اس نے پرونز کا ایک پیکٹ اٹھایا اور پشت پہ چھپا لیا۔

"یہ دیکھو مجھے کیا ملا؟آنکھیں ایسی روشن گویا ہفت کلیم کی دولت مل گئی ہو۔

کیا؟حنانہ نے ناسمجھی سے کندھے اچکائے۔

۔"تمہارا فیورٹ فوڈ!"اور ساتھ ہی پشت پہ چھپایا ہوا پیکٹ دیکھایا۔ناگواری کی ایک لہر تھی جو حنانہ کے وجود میں سرائیت کر گئی۔

"ارے لو نا۔تمہارا فیورٹ میل ہے۔"حنانہ نے پیچھے کی جانب قدم اٹھائے۔

ارے پکڑ تو لو! حنانہ کو پیچھے کی جانب قدم اٹھاتے دیکھ کر اب کی بار وہ اس کے پیچھے لپکی۔

"نہیں! نہیں! آگے مت آنا۔ ماہم آگے مت آنا۔ یار نہیں۔۔۔۔ ماہم نہیں۔۔ پلیز! حنانہ نے دونوں ہاتھوں سے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔

ماہم نہیں رکی۔ حنانہ اس کی طرف دیکھتے الٹے قدم اٹھا رہی تھی جبکہ ماہم شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی جانب لپک رہی تھی۔

حنانہ نے بغیر دیکھے چند مزید قدم پیچھے کی جانب اٹھائے اور نتیجتاً وہ ڈیری پروڈکٹس کے خانے کے آگے کھڑے شخص سے ٹکرا گئی۔

حنانہ لڑکھڑائی اور اس کے قبل وہ گرتی مقابل شخص نے اسے سہارا دیا۔

دھیان سے بیٹے! مقابل ایک انتہائی ڈیسنٹ ۵۹ سالہ شخص تھا۔ سفید ڈاڑھی جس میں کہیں کہیں سیاہ بال تھے، کے ساتھ، گرم اوور کوٹ میں ملبوس وہ ایشیائی شخص حنانہ کو جانا پہچانا سا لگا۔

"آئم سوری!! وہ مجھے پتا نہیں چلا"۔ کپڑے درست کرتی وہ شرمندہ سی دکھی۔

کوئی بات نہیں ! بچے ! آپ ٹھیک ہو-؟

"جی ! شکریہ !"

"آپ حنانہ ہو ؟" آنکھیں چندھیا کر دیکھتے وہ شخص اسے غالباً پہچان چکا تھا۔

ماہم نے ساکت کھڑی حنانہ کو "اب یہ کون ہے ؟" والی نظروں سے دیکھا۔ حنانہ کو لگا اس نے غلط سن لیا ہے۔ کوئی بالکل انجان شہر میں اسے کیسے جان سکتا ہے ؟۔ لیکن کوئی اسے پہچان چکا تھا۔ حنانہ نے کسی بھی شرمندگی سے بچنے کے لیے اپنے دماغ پہ زور دیا اور تبھی اسے یاد آیا کہ یہ مبین خالو کے دوست بیرسٹر رحمان ہیں۔ لاہور قیام کے دوران ایک دن خالو کی غیر موجودگی میں وہ گھر آئے تھے اور تب ہی پانچ منٹ کی ملاقات ہوئی تھی ان سے۔

"جی جی ! میں حنانہ ہی ہوں آنکل۔ اور یہ میری روم میٹ ہے ماہم"۔ ماہم نے فوراً تابعداری سے سر کے اشارے سے سلام کیا۔

"آپ کیسے ہیں رحمان آنکل ! ۔ آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا؟ دماغ کی جڑی تاروں کے شارٹ سرکٹ کا اثر ابھی تک قائم تھا۔

ویسے کیا کمال کی یادداشت ہے آنکل جی کی۔ بڑھاپے میں یہ حال تھا، جوانی میں تو یادداشت کے قصے مشہور ہوں گے۔اور ایک اس کی دوست تھی جو بھری جوانی میں چیزیں یاد کرنے میں اتنا ٹائم لگا رہی تھی۔ماہم نے یکلخت سوچا۔

"میں ٹھیک بیٹے! آپ سنائو؟آپ یہاں۔۔۔۔۔۔۔۔پیرس میں؟آپ کا ایڈمیشن تو لندن کی یونیورسٹی میں ہوا تھا نا؟"آنکل کی یادداشت کے کیا کہنے، تاریخ کے تمام واقعات یاد تھے انھیں۔

"جی جی! وہ یونیورسٹی آف لندن میں ہی ہوا ہے ایڈمیشن۔پیرس بس ایک ایونٹ کے لیے آئے تھے۔" گلے کا مفلر درست کرتے، قیام کے متعلق آگاہ کیا گیا۔

"آپ یہاں؟"آنکل نے اتنے سوال پوچھ لیے تھے، اس نے سوچا اب وہ بھی پوچھ لئے۔

"میں اپنے بیٹے کے پاس چھٹیاں گزارنے کے لیے آیا تھا"۔ماہم کی آنکھوں کی ایکس رے مشین سے بے نیاز، وہ گویا تھے۔

"کسی دن ملنے آئے آپ بھی بیٹا! اپنی دوست کو بھی لے آئیں۔شام کی چائے پیتے ہیں ۔"خالص پاکستانی ہونے کا ثبوت۔پہلی ہی ملاقات میں گھر آنے کی دعوت!

"جی بہت شکریہ! پھر کسی دن سہی"۔زبردستی کی حامی بھری گئی۔

"پھر کسی دن کی کیوں؟۔۔بہن! آج کل کی ہی حامی بھرو نا۔ہمیں ویسے بھی کون سا کوئی کام ہے۔سنا ہے آنکل بیٹے کے پاس رہنے آئے ہیں۔تو بیٹا بھی گھر ہی ہو گا۔(ساتھ میں آنکھ بھی ماری گئی)۔تمہارا نا سہی، میرا ٹانکہ تو فٹ ہو گا ہی۔آنکل خود اتنے حسین ہیں، بیٹے کا کیا عالم ہو گا"۔آہ ماہم! اور موقع محل دیکھے بغیر اس کی شروع ہونے والی عادت۔لڑکے تو بیچارے ویسے ٹھرکی مشہور ہیں۔اصل ٹھرک تو لڑکیاں جھارتی ہیں لڑکوں پہ۔ماہم کی سرگوشی نے حنانہ کو سوچنے پر مشہور کر دیا۔

آنکل نے تعجب سے ان دونوں کو دیکھا۔

ہاں ہاں چلتے ہیں! باآواز بلند آنکل کو سنایا گیا۔

اچھا آنکل ایک ضروری کام سے جانا ہے۔پھر ملاقات ہوتی ہے۔ماہم کی مزید گوہر افشانی سننے سے قبل اس نے جانا بہتر سمجھا۔

"جی جی آنکل! ہم ضرور آئیں گی"۔حنانہ کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے گردن موڑتے آنکل کو غیر ضروری تسلی دی گئی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"۔زبان بند کرو اپنی"۔ جھٹکے سے سیدھا کرتے ماہم کو گھرکا۔

"ویسے پھر تم نے کیا سوچا"۔ مسکراہٹ دباتے اس نے حنانہ کے تاثرات جانچے۔

"کس بارے میں؟"

"وہی۔رحمان آنکل کے گھر جانے کے بارے میں۔"حنانہ نے اسے کچھ تعجب سے دیکھا۔

"پاگل ہو کیا؟ ہم ان کے گھر کیوں جائیں گے؟انہوں نے دعوت دی ہے تو اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ ہم منہ اٹھا کے چلے جائیں گے۔وہ تو ویسے فارمیلٹی کے لئے حامی بھری تھی۔"سڑک پر نظریں جمائے،وہ محو گفتگو تھی۔

ماہم کے تاثرات میں تبدیلی نہیں آئی۔

"ویسے ہمیں جانا چاہیے۔"متوقع رد عمل سوچ کر اس کی آنکھیں چمکی۔

حنانہ کو اب کی بار اسے باقاعدہ گردن موڑ کر دیکھنا پڑا۔"کیوں؟"

"کیوں کا کیا مطلب پاگل! رحمان آنکل اس قدر حسین ہیں۔ان کا بیٹا ناسہی۔وہ ہی سہی۔حلق سے ابلتے قہقہے کو اس نے بمشکل روکا۔ویسے بھی اس عمر میں اتنے فٹ ہیں۔ان

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کی اور میری عمر میں اتنا کوئی خاص فرق بھی نہیں ہے۔ بیس تیس سال کا فرق کوئی فرق تھوڑی ہے۔ اتنا فرق تو ہونا چاہیے ویسے"۔

ماہم م م م م م! اور اس کی توقع کے عین مطابق حنانہ چیخ اٹھی۔

"کوئی شرم حیا ہے تمہارے اندر؟"] ماہم نے کمینگی سے لب دبائے۔

"ارے پاگل شرم کا کیا تعلق۔ امیر بندے کو پٹاوں گی تو تمہیں بھوکا تھوڑی رکھو گی۔ دونوں بہنیں مل کے عیاشی کریں گی۔ اور یہ دیکھو۔ میں نے رحمان کی جیب سے ویزیٹنگ کارڈ بھی نکال لیا تھا۔ آنکل رحمان کے ساتھ سے اس نے آنکل یوں غائب کیا تھا جیسے شرم اس کے وجود سے غائب تھی۔ مٹھی میں بند کارڈ اس نے حنانہ کے سامنے لہرایا اور اس کی توقع کے عین مطابق حنانہ اس پر جھپٹ پڑی۔

"بے شرم! میں تمہیں چھوروں گی نہیں۔ تم اب چوریوں پر بھی اتر آئی"۔

ماہم مسکرائی۔ اب نہیں پگلی میں بہت پہلے سے چوریوں پر اتری ہوئی ہوں، اور گیس کرو آج میں نے کیا چرایا ہے؟ ٹھوڑی پر انگلی رکھتے اس نے سوچنے کی اداکاری کی۔

"کیا؟" حنانہ نے شرر باز نظروں سے گھورتے اس سے پوچھا۔

"رحمان کا دل"۔ بال شرمانے کی اداکاری کرتے اس نے کان کے پیچھے اڑسے اور اس کے ساتھ ہی حنانہ کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

اس سے پہلے کہ وہ نیچے جھک کر کوئی پتھر اٹھاتی اور ماہم کا سر پھاڑتی۔ ماہم نے ٹانگوں اور دماغ کا بروقت استعمال کرتے دوڑ لگا دی۔

"رکو۔ اب کہاں بھاگ رہی ہوں۔ رکو۔ ذرا۔۔۔۔ تمہیں میں بتاتی ہوں"۔ پاس کے درخت سے ایک شاخ توڑتی وہ اس کے تعاقب میں تھی۔

"پاگل کتے نے کاٹا ہے کیا جو میں اب رکو"۔ پورے دل سے ہنستے وہ اسے مزید تپا رہی تھی۔

دفع ہو جاووووووو۔۔۔! بدتمیززززززز! اور جواباً ماہم نے اسے فلائنگ کس سے نوازا۔

وہ دونوں اب بھاگ رہیں تھی اور اسی طرح وہ بھاگتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔

لندن

چند دن بعد؛

ڈور بیل کی آواز کی ساتھ، کسی نے زوردار دروازہ پیٹا۔راہداری میں قدموں کی چاپ ابھری اور چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔

"حنانہ مصطفی قریشی اینڈ ماہم عابد؟" مقابل پولیس آفیسر نے پوچھا۔

"جی! آئی ایم" ماہم نے بمشکل اثبات میں سر ہلایا۔

"حنانہ مصطفی قریشی؟ کیا وہ بھی موجود ہیں۔؟" گورے پولیس والے نے لینڈ لائن پہ کسی کو ہدایات جاری کرتے، انگریزی مین پوچھا۔

جی!۔۔۔اور ساتھ ہی ماہم نے مری سی آواز میں حنانہ کو آواز دی۔

چند لمحے گزرے اور دروازے میں ایستادہ لڑکی کی پشت پر سیاہ آنکھوں والی ایک لڑکی ابھری

۔

جی!!!! ادروازے پر موجود لوگون سے بے خبر اس نے جواب دیا اور جوں ہی سر اٹھایا تو ٹھہر گئی۔

"جی؟" اس کی آنکھوں میں واضح حیرانی تھی۔

تکلیف کے لیے معزرت لیکن آپ دونوں کو ہمارے ساتھ انویسٹیگیشن کے لیے پولیس اسٹیشن چلنا ہو گا"۔

"کس سلسلے میں؟" حیران سے زیادہ وہ دونوں اب حواس باختہ تھیں۔

"کرن بصیرہ اور مائرہ صدیق کے قتل کے سلسلے میں۔"۔

کیا تم نے موت کے بعد کی خاموشی سنی ہے کبھی؟

(جاری ہے۔)

اگلی قسط اگلے مہینے انشاءاللہ۔۔۔۔تب تک کے لیے خدا کے حوالے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842